URDU Gif Format

قنوتِ نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ کا رد

اجتناب العمال عن فتاوی الجہال

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

اجتناب العمال عن فتاوی الجہال

(قنوتِ نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوٰی کا رَد)

مسئلہ ۱۰۸۹ تا ۱۰۹۵ از شہر دمن علداری پرتگیز مرسلہ ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الاُخرٰی ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اول چند رسائل عقائد وہابیت و

www.alahazratnetwork.org

گستاخی شان معظمانِ دین پر مشتمل طبع کئے جس پر علمائے بمبئی وغیرہ نے ۱۳۱۲ھ میں اس کی وہابیت پر فتوٰی دیا اُس نے باصرار جماعت اہلسنت مجبور ہوکر اپنے تحفظ کے لئے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ اُس وقت ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کردیا جب اہلسنت اُس کی طرف سے مطمئن ہوگئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانۂ سابق وہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بناکر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۲ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائطِ بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہُوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کرکے چند امور کا استفسار ہے:

(۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ وفساد و غلبۂ کفار جائز و باقی و غیر منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و وبا وغیرہ کے وقت جائز نہیں، یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے۔

(۲) طاعون یا وبا کے لئے قنوت ماننے کو کذب وبہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟

(۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ وطرزِ بیان و املاء و انشا سے اس شخص کا بے علم وجاہل ومنصبِ فتوٰی کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔

(۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اعتماد چاہئے یا نہیں؟

(۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریر میں لکھی ہیں اگر ان سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُس کی جہالت وبے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟

(۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل ونافہم ہے یا نہیں؟

(۷) شرائطِ مباحثہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُس سے اُس کی قدیم وہابیت کی بُو پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم لک الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلافِ تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحاتِ کتبِ متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقتِ غلبۂ کفار کا بھی کہیں استثنا نہیں اور اگر تحقیقاتِ جمہور شارحین پر نظر ڈالئے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ وغلبۂ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی انما لایقنت عندنا فی صلٰوۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ اوبلیۃ فلاباس بہ[1]۔

یعنی امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا نمازِ فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بلاومصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نمازِ صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے: فی الملتقط قال الطحاوی فذکر نحوہ[2] یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملتقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحرالرائق میں ہے:

وفی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام[3] الخ۔

یعنی علامہ قہستانی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایۃ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صلٰوۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

[2] شرح نقایہ برجندی فصل الوتر " نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۳۰

[3] بحرالرائق شرح کنزالدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۴

منحۃ الخالق میں ہے :

کذا فی شرح الشیخ اسمٰعیل لکنہ عزاہ الی غایۃ البیان ولم اجد المسألۃ فیہا فلعلہ اشتبہ علیہ غایۃ السروجی لغایۃ البیان لکنہ نقل عن البنایۃ ما نصہ اذا وقعت نازلۃ قنت الامام فی الصلٰوۃ الجھریۃ وقال الطحاوی لایقنت عندنا فی صلٰوۃ الفجر فی غیر بلیۃ اما اذا وقعت فلاباس بہ[1] اھ

یعنی اسی طرح پر مسئلہ شرح شیخ اسمٰعیل للدرر والغرر میں ہے انھوں نے اُسے غایۃ البیان علامہ اتقانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا، شاید غایہ سروجی سے اشتباہ ہوا لیکن اس نے بنایہ سے نقل کیا جس کی عبارت یہ ہے جب کوئی سختی آئے تو امام جہری نماز میں قنوت پڑھے اور طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک (ت) فجر میں بغیر مصیبت قنوت نہ پڑھے تاہم جب مصیبت نازل ہو تو حرج نہیں اھ

اور انھیں نے غایہ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا ——— اسی میں ہے :

(قولہ ولہما انہ منسوخ) قال العلامۃ نوح أفندی ھذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعہ عند الکل لان القنوت فیہا عند النوازل لیس بمنسوخ علی ما ھو التحقیق کما مر[2] الخ۔

یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نمازِ فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے لیکن بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے ہاں مقتدی کو باتباعِ امام قنوت پڑھنا چاہئے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نمازِ صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔

اشباہ والنظائر میں ہے :

فی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلۃ مستمرۃ لم تنسخ[3]

یعنی فتح القدیر میں ہے کہ سختی کے لئے قنوت پڑھنے کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی۔

اُسی میں ہے :

ذکر فی السراج الوھاج قال الطحاوی[4] الخ

سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا آئے تو قنوتِ فجر میں حرج نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۴

[2] " " " " " " " ۲/ ۴۵

[3] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۹۲-۲۹۱

[4] " " " " " " " ۲/ ۹۳-۲۹۲

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں غایۃ سروجی کا کلام نقل کرکے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا:

فتکون مشروعیتہ مستمرۃ وھو محمل قنوت من قنت من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم بعد وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو مذھبنا وعلیہ الجمھور وقال الامام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی الخ[1]

یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشروع ہونا باقی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بعد وفات اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اُس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے، ہمارا اور جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلا ہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں۔

حاشیہ مراقی السید الطحطاوی میں ہے:

قولہ وھو محمل الخ ای حصول نازلۃ قولہ وھو مذھبنا ای القنوت للحادثۃ[2]

اس کا قول 'وہ موقع ہے الخ' یعنی سختی کے وقت۔ اس کا قول 'وہ ہمارا مذہب ہے' یعنی کسی سختی کے واقع پر۔ (ت)

درمختار میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

لایقنت لغیرہ الالنازلۃ۔[3] یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لئے۔

فتح اللہ المعین حاشیہ کنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلا کے وقت قنوتِ فجر میں حرج نہیں نقل کرکے فرمایا:

وظاھرہ انہ لوقنت فی الفجر لبلیۃ انہ یقنت قبل الرکوع حموی۔[4]

یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلا کے سبب نمازِ فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے۔

طحطاوی حاشیہ در میں ہے:

قال العلامۃ نوح بعد کلام قدمہ فعلی

یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کرکے فرمایا تو اس

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۷
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " " "
[3] درمختار باب الوتر والنوافل " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴
[4] فتح اللہ المعین " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۲

هذا لايكون القنوت فی صلٰوة الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل يكون امرا مستمرا ثابتا ويدل عليه قنوت من قنت من الصحابة بعده صلی الله تعالٰی عليه وسلم فيكون المراد بالنسخ نسخ عموم الحكم لانسخ نفس الحكم قال فی الملتقط قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو مذهبنا وعليه الجمهور[1]۔

تقدیر پر بلائیں اُترتے وقت نمازِ فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی وثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوتِ فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہوگیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملتقط میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

ردالمحتار میں عباراتِ بحر وشرنبلالی وشرح شیخ اسمٰعیل وبنایہ واشباہ وغایہ وغنیہ ذکر کرکے فرمایا: قنوت النازلة عندنا مختص بصلٰوة الفجر[2] سختی کے لئے قنوت ہمارے نزدیک نمازِ فجر سے خاص ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قال الخطابی فيه دليل علی جواز القنوت فی غير الوتر قلت لكن يقيد بما اذا نزلت نازلة وحينئذ لاخلاف فيه[3]۔

یعنی نمازِ فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اُترے اُس وقت اُس میں خلاف نہیں۔

کلام یہاں مسئلہ قنوت نوازل اور اس کے اجماعی یا خلافی ہونے کے بحث میں نہیں۔

وقد تقدم عن الشرنبلالی والحلبی ونوح أفندی والطحطاوی بنسبة الی الجمهور المشعرة بحصول خلاف وافاد الامام ابن الهمام فی الفتح وتبعه الحلبی فی الغنية ان قنوت النوازل امر

پہلے شرنبلالی، حلبی، نوح آفندی اور طحطاوی سے جمہور کی نسبت گزرا جو اختلاف کی طرف مشعر ہے، امام ابن ہمام نے فتح میں اور حلبی نے ان کی اتباع میں غنیہ میں کہا کہ قنوتِ نازلہ اجتہادی معاملہ ہے اور دونوں طرف کے دلائل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۸۳
[2] ردالمحتار مطلب فی قنوت النازلۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۶
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت، الفصل الاول مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۷۹

مجتهد فیه وذکر کلام النظرین۔ ذکر کئے۔ (ت)

کلام اس میں ہے کہ **اوّلاً** ان سب عبارات میں نازلہ بلیہ حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ وغلبہ کفار کی تخصیص نہیں، نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ اشباہ میں ہے:

قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتھی وفی القاموس النازلۃ الشدیدۃ انتھی وفی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر تنزل بالناس[1] انتھی

مصباح میں ہے کہ قنوت نازلہ اس وقت پڑھی جائیگی جب لوگوں پر شدید قسم کی مصیبت نازل ہو انتہی۔ قاموس میں ہے نازلہ کا معنی شدیدۃ انتہی، صحاح میں ہے کہ نازلہ اسے کہتے ہیں جو شدائد دہر میں لوگوں پر نازل ہوں انتہی۔ (ت)

خود مصنفِ ضروری سوال کو اقرار ہے کہ عند النازلۃ (سخت مصیبت کے وقت۔ ت) کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے بااینہمہ برخلاف اطلاقاتِ علماء۔ اپنی طرف سے خاص فتنہ وفساد وغلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ "ہر ایک نازلہ نہیں" کلامِ علماء میں تصرف بیجا ہے۔

ثانیاً "میں اطلاق سے احتجاج کرتا ہوں کلمات علماء میں صاف تعمیم موجود ہے" عامہ عبارت مذکورہ دیکھئے لفظ نازلۃ یا بلیۃ نکرہ موضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نمازِ فجر میں قنوت پڑھے یہ صراحۃً ہر مصیبتِ ناس کو عام ہے "لما نصوا ان النکرۃ فی حیز الشرط تعم" (کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ نکرہ شرط کے تحت ہو تو عام ہوتا ہے۔ ت) تو زید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگا دینا کلماتِ علماء کا بگاڑنا بدلنا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ثالثاً ابن حبان نے اپنی صحیح بالتقاسیم والانواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید و ابی سلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یقنت فی صلوۃ الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔

فتح القدیر وغنیہ ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا: وھو سند صحیح[3] یہ سند صحیح ہے۔ خطیب بغدادی

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۶۳-۲۶۴

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸۲

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/۱۸۲

نے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبداللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم[1]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے یا کسی قوم پر دعا فرمانی ہوتی۔

کتب ثلثہ مذکورہ میں ہے: ھذا سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقیق[2] یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقیق نے اس کی تصریح کی۔ امام زیلعی نصب الرایہ میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کرکے فرماتے ہیں:

قال صاحب التنقیح وسند ھذین الحدیثین صحیح وھما نص فی ان القنوت مختص بالنازلۃ[3]۔

یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت مصیبت کے ساتھ خاص ہے۔

یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتنہ وغلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون، دفع وبا، زوالِ قحط کے لئے دعا بھی "دعا لقوم" کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لئے دعائے نفع ہے تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواب ثابت ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

فان اعتل بحمل المطلق علی المقید، قلنا لیس ھذا محلہ فان ذکروا قعۃ عین داخلۃ فی اجمال بیان لایحصرہ فیھا عند احد علی انہ انما ھو مسلک الشافعیۃ وانت تظھر من نفسک الاعتماد علی مذھب الحنیفۃ وقد انبأت فی غضون کلامک انک ھھنا بصدد اثبات مذھبھم وصرحت فی اٰخر الرسالۃ انھا علی اصول مذھب

اگر کوئی یہ علت بیان کرے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ اس حمل کا محل ہی نہیں اگر کوئی مخصوص ایسا واقعہ ذکر کرے جو بیانِ اجمال میں داخل ہو تو اس بات کا حصر مخصوص واقعہ میں کسی کے ہاں درست نہیں، علاوہ ازیں یہ شوافع کا مسلک ہے حالانکہ آپ مذہب حنفیہ پر اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں، آپ کی یہ گفتگو آگاہ کر رہی ہے کہ آپ احناف کا مذہب ثابت کرنے کے درپے ہیں، حالانکہ آخر رسالہ میں آپ نے یہ تصریح کی ہے

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸۲

[2] " " " " " " " " "

[3] نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ باب احادیث القنوت فی الفجر مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۲/۱۳۰

امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیھم اھ بلفظك مع ان الصحیح فی المسئلۃ الاصولیۃ قولنا فقد اقام ائمتنا علیھا براھین لاقبل لاحد بھا فیتم الالزام ولا یبقی لاحد مجال کلام۔

یہ رسالہ ہمارے امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ کے اور ان کے مقلدین کے اصولوں پر ہے اھ یہ تمہارے اپنے الفاظ ہیں باوجودیکہ صحیح مسئلہ اصول میں ہمارا قول ہے ہمارے ائمہ نے اس پر ایسے دلائل قائم کئے ہیں کہ کوئی ان پر قیل وقال نہیں کرسکتا، پس الزام تام ہوا اور اس کے بعد کسی کو کلام کی مجال و طاقت نہیں (ت)

رابعًا مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال ابن حجر اخذ منہ الشافعی انہ یسن القنوت فی اخیرۃ سائر المکتوبات للنازلۃ التی تنزل بالمسلمین عامۃ کوباء قحط وطاعون او خاصۃ ببعضھم کاسر العالم او الشجاع ممن تعدی نفعہ و قول الطحاوی لم یقل بہ فیھا غیر الشافعی غلط منہ بل قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المغرب بصفین اھ و نسبۃ ھذا القول الی الطحاوی علی ھذا المنوال غلط، اذ أطبق علماءنا علی جواز القنوت عند النازلۃ۔[1]

ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی نے یہاں سے یہ بات اخذ کی ہے کہ اس وقت تمام فرائض کی آخری رکعت میں قنوتِ نازلہ پڑھنا سنّت ہے جب عام مصیبت مسلمانوں پر نازل ہو، وبا قحط، طاعون نازل ہو یا خاص مصیبت بعض لوگوں پر نازل ہو مثلاً کسی عالم یا بہادر جس کے نفع کثیر ہوں، کا مقید ہوجانا، اور امام طحاوی کا یہ قول کہ نازلہ میں اس بات کا قول امام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا یہ ان کی طرف سے غلطی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقامِ صفین پر مغرب کے وقت قنوت پڑھی ہے اھ اور اس قول کی اس طریق پر امام طحاوی کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ ہمارے علماء شدید مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پر متفق ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال الامام النووی القنوت مسنون

امام نووی نے فرمایا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت سنّت

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۷۸

www.alahazratnetwork.org

فی صلوٰۃ الصبح دائما واما فی غیرھا ففیہ ثلثۃ اقوال والصحیح المشہور انہ اذا نزلت نازلۃ کعدو او قحط او وباء او عطش اوضرر ظاھر فی المسلمین ونحو ذلک قنتوا فی جمیع الصلوات المکتوبۃ والا فلا ذکرہ الطیبی وفیہ ان مسنونیتہ فی الصبح غیر مستفادۃ من ھذا الحدیث[1]

ہے اس کے علاوہ باقی نمازوں کے بارے میں تین اقوال ہیں، صحیح اور مشہور یہ ہے کہ جب کوئی شدید مصیبت آئے مثلاً دشمن کا حملہ، قحط، وبا، پیاس یا کوئی ضرر مسلمانوں پر غالب ہو تو تمام فرائض نمازوں میں قنوت پڑھیں ورنہ نہیں، اس کو طیبی نے ذکر کیا۔ اور اُسی میں ہے کہ اس حدیث سے نماز صبح کے اندر قنوت کی سنیت مستفاد نہیں ہوسکتی۔ (ت)

دیکھو مولٰنا علی قاری نے امام ابن حجر مکی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس نازلہ کے لئے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ وبا، و قحط و طاعون وغیرہا سب کو شامل ہے، اور امام طیبی سے انھوں نے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و وبا و تشنگی وغیرہا سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلّم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلافِ مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کردیا اِسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کرکے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار' اس طرح نسبت کردینا ٹھیک نہیں کہ اس کے جواز پر تو ہمارے علما کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہوچکے کہ قحط و وبا، و طاعون سب اس میں داخل ہیں اسی کے لئے ہمارے علماء جوازِ قنوت کے قائل ہیں۔

خامساً کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیکھئے، کلماتِ علماء سے صاف صریح تصریحیں لیجئے،

اسی مرقاۃ شریف میں ہے:

قال ابن الملک وھذا یدل علی ان القنوت فی الفرض لیس فی جمیع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ من قحط وغلبۃ عدو وغیر ذلک[2]

یعنی علامہ ابن ملک نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اس وقت ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے، جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ۔

علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ و شمنی و فتح کی عبارات کہ نوازل میں قنوت رواہے نقل کرکے فرمایا:

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۷۹

[2] " " " " " " " " ۳/ ۱۸۱

فالقنوت عند نازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولاشک ان الطاعون من اشد النوازل[1]

یعنی ان عباراتِ علماء سے ثابت ہُوا کہ ہمارے نزدیک بلاسختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیۂ نورالایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیۂ شرح تنویر میں دفع طاعون کے لئے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحر محقق صاحب بحر کا حوالہ دیا ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آتی ہے اور شامی نے زیر قولِ شارح مدقق لایقنت لغیرہ الا لنازلۃ (شدید مصیبت کے بغیر قنوت نہ پڑھی جائے۔ ت) فرمایا:

قال فی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر ولاشک ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ[2]۔

صحاح میں ہے نازلہ اس مصیبت کو کہا جاتا ہے جو شدائد دہر میں سے ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون شدید ترین مصیبتوں میں سے ہے اشباہ (ت)

تنبیہ: ان بیانوں سے چند امر روشن ہُوئے۔

www.alahazratnetwork.org

اوّل یہ کہ طاعون و وبا اور ان کے مثل ہر بلیۂ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنف "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بدعت ہوگا یا گناہ محض بے معنی ہے کیا اطلاقِ احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصلِ شرعی نہیں کہ اس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانتا ہے۔

دوم قنوت طاعون و وبا کو نہ صرف اطلاقات کلام علما بلکہ اُن کی صاف تعمیمیں شامل جن میں خود امام اجل ابوجعفر طحاوی بھی داخل، تو اس کی بنا پر زید کا ادعا کہ "نہ اقوالِ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے تو ابعین کے اقوال سے، وہ ایک زائد بات ہے" صریح نافہمی ہے۔

سوم اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کما بینہ، خاتم المحققین سیدنا الجد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (جیسا کہ ہمارے والد گرامی خاتم المحققین قدس سرہٗ نے اپنی مبارک کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد"

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعا لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۲

[2] ردالمحتار مطلب فی القنوت للنازلۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱

میں بیان کیا ہے۔ت) مثلاً اس اخیر زمانہ فتن میں طرح طرح کے نشے، قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوالِ ائمہ میں، مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکر حرام (ہر نشہ آور شئے حرام ہے۔ت) کے عموم اور یہ حدیث یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف[1] (وہ ریشم، شراب اور مزامیر کو حلال سمجھیں گے۔ت) وکریمہ من الناس من یشتری لھو الحدیث[2] (اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ت) کے شمول واطلاق میں داخل، اب اگر کوئی جاہل کہہ اٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے، ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے تو اس سے یہی کہنا چاہئے کہ اے ذی ہوش! یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک مطلق یا عام احادیث وکلماتِ علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط وشامل، تو ثابت ہوا کہ زید کا "ضروری سوال" میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا کہ "جب قنوت عند النازلہ ثابت اور جائز ہوئی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہونی چاہئے" اور اس کا یہ مہمل جواب دینا کہ "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے توابعین کے اقوال سے" صریح نادانی ہے۔

چہارم اگر صرف یہی اطلاق وعموم احادیث واقوال ائمہ جو ہم نے ثابت کئے کے لئے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب وبہتان نہیں کہہ سکتے، دوسرے دلائل کی نظر سے راجح اور ارجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر سُن چکے کہ طاعون ووبا وقحط وغیرہا کے لئے قنوت کی صاف صریح تصریحیں امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف (جن کی جلالتِ شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی ہاشمی و علامہ عبداللطیف بن عبدالعزیز شہیر بابن فرشتہ از اجلّہ علمائے حنفیہ و محقق فقیہ زین بن نجیم مصری عمدہ حنفیہ و مولٰنا علی محمد سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و فاضل جلیل سید احمد مصری طحطاوی حنفی و عالم نبیل سید محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا تو مصنفِ "ضروری سوال" کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں" وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطاءً ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہوجائے جنابِ الٰہی میں توبہ واستغفار جلد کرلے" محض کذب و بہتان اور ان ائمہ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی وتوہینِ شان ہے، زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جنابِ الٰہی میں توبہ واستغفار کرے اگر بالفرض باطل یہ قنوت نوازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بالاتفاق اس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ یہ مسئلہ ائمہ مجتہدین کا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳۷/۲
[2] القرآن الکریم ۶/۳۱

اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا، اسے کذب و بہتان کہنا اس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علماء کے بھی اطلاق و عموم و نصوص سب کچھ موجود، اور اگر اسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرائیے تو اوّلاً تو یہاں اس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رَد میں زید یہ الفاظ لکھتا۔

ثانیاً اوپر واضح ہوچکا کہ عدم نقل فعل نہ زید کو مفید نہ اس کے مخالف کو مضر، تو اس کا ذکر محض فضول و نادانی ہے بالجملہ آفتاب کی طرح واضح ہُوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتوٰی گھڑ دیا۔

بل قد وقع ما یوھمہ فی کلام بعض ائمۃ الحدیث فی تقریر مذھب الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی کلام بعض ائمتنا فی توجیہ مذھب بعض الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیھم ثم لم یعتمدہ ولا جعلہ مذھب علمائنا ولا ذکرہ فی تقریر کلامھم مع انہ قد اثر عنہ التعمیم صریحا فیحتمل ان یکون القصر ھھنا وقع وفاقا لاحصرا وایا ما کان فجعل ھذا مذھبا لنا لاسلف لزید فیہ فیما اعلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ہاں مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تفصیل کرتے ہوئے بعض ائمہ حدیث کے کلام اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ائمہ کے کلام میں کچھ ایسی گفتگو واقع ہوئی ہے جو ایسا وہم پیدا کرتی ہے پھر اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا نہ ہمارے علماء کا مذہب ہے اور نہ ہی یہ ان کے کلام میں مذکور ہے باوجودیکہ ان کی عموم پر تصریح منقول ہے لہذا ممکن ہے کہ یہاں قصر اتفاقاً واقع ہوگیا ہو اور حصر مقصود نہ ہو، جو بھی ہُوا اسے ہمارا مذہب بنا دیا گیا میرے علم کے مطابق اس میں زید کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

"ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تھا کہ بے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں لقولہ تعالٰی و اعرض عن الجٰھلین (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے کہ جاہلوں سے رُوگردانی کیجئے۔ ت) مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری، اور یہاں مصلحت دینی اُس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم و کم فہم و مشکوک و متہم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہُوئے ہے اور بعض عوام اسے عالم و قابلِ اعتماد سمجھے ہیں تو اس کے پُرجہل و نااہل ہونے کا آشکارا کرنا اِن شاء اللہ دین عوام کو نافع اور ضلالت و جہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا وباللہ التوفیق زید کی ترکیب و بندش الفاظ و انشاد املا میں اگرچہ خطا ہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض داب محصلین نہیں

لہذا انھیں چھوڑ کر اُس کے باقی کثیر و بسیار اغلاط و جہالت سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے،

جہالت ۱: حدیث مذکور ابن حبان کو زعیم کے دعوٰیِ تخصیص کا صاف رَد تھی براہِ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ جما دیا کہ "یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہنے کے لئے قنوت ثابت نہیں" عقلمند سے پُوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر نے سوا فرد کے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا۔

جہالت ۲: قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے ولہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں، اس قدر پر تو کلماتِ علماء متفق ہیں، ہاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عمومِ نسخ ہے یا نسخِ عموم۔ عمومِ نسخ یہ کہ نازلہ و بے نازلہ کسی حال میں قنوتِ فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہوگیا، اور نسخِ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا یہ منسوخ ہُوا صرف بحالتِ نازلہ باقی رہا، نسخِ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

www.alahazratnetwork.org

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت شہرا یدعو علی احیاء من احیاء العرب ثم ترکہ[1] زاد ابن ماجۃ فی صلٰوۃ الصبح[2] وھو عند البخاری فی مغازی بزیادۃ بعد الرکوع وترکہ ثم ترکہ[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نمازِ صبح میں قنوت پڑھی، عرب کے کچھ قبیلوں پر دُعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔ ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا کہ نمازِ صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی "پھر اسے ترک کر دیا" کے الفاظ کو انھوں نے ترک کردیا۔ (ت)

اور صحاح ستہ میں بضمنِ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزولِ آیہ کریمہ لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظٰلمون[4] (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہے تو

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۷
[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلٰوۃ الفجر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۹
[3] صحیح بخاری باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۶-۸۷
[4] القرآن ۳/۱۲۸

اللہ تعالٰی ان کی توبہ قبول فرمائے یا انھیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ ت) ہے، یہاں نظر دو طرف جاتی ہے اگر معنیٰ آیت مطلقًا ممانعت اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک فرمانا بربنائے ارتفاعِ شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلًا مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوتِ نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنیٰ آیت اُن خاص لوگوں پر دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ اُن میں بعض علمِ الٰہی میں مشرف باسلام ہونیوالے تھے اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک اُنھیں کے بارے میں ہو نہ مطلقًا تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہو گا اور قنوتِ نازلہ مشروع رہے گی، یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں، ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من رواية ابی جعفر (هو الرازی) و نحوه (كدينار بن عبد الله خادم انس رضی الله تعالٰی عنه مازال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم يقنت فی الصبح حتی فارق الدنيا) اما علی الغلط (لان الرازی كثير الوهم قاله ابو زرعة و دينار قد قيل فيه ما قيل) او علی طول القيام فانه يقال عليه ايضا او يحمل علی قنوت النوازل و يكون قوله (ای قول انس رضی الله تعالٰی عنه) ثم ترك فی الحديث الاخر (المراد فی الصحاح) يعنی الدعاء علی اولئك القوم لا مطلقا اھ مختصرا مزيدا منی ما بين هلالين۔

جب نسخ ثابت ہو تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابوجعفر (رازی) یا اس کی مثل دیگر روایات (مثلاً دینار بن عبداللہ حضرت انس کے خادم ہیں) سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے) یا غلطی پر محمول کیا جائے گا (کیونکہ بقول رازی ابوزرعہ کثیر الوہم ہیں، اور دینار کے بارے میں بھی جو کچھ کہا گیا ہے وہ ہی کچھ ہے) یا طولِ قیام پر محمول کیا جائیگا کیونکہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے یا اسے قنوتِ نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحاح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کردیا گیا یعنی قوم کے خلاف دُعا ترک کردی نہ کہ ہر دعا اھ اختصاراً اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۷
مرقاۃ شرح مشکوۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

نیز کتابین مذکورین میں ہے:

فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتھدا فیہ وذلك ان ھذا الحدیث رای حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بطریق حماد بن ابی سلیمان وابی حمزۃ القصاب عن ابراھیم عن علقمۃ عنہ قال لم یقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصبح الاشھرا ثم ترکہ لم یقنت قبلہ ولابعدہ ولفظ حماد لم یر قبل ذلك ولا بعد لم یؤثر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قولہ ان لا قنوت فی نازلۃ بعد ھذہ، بل مجرد العدم بعدھا فیتجہ الاجتھاد بان یظن ان ذلك انما ھو لعدم وقوع نازلۃ بعدھا تستدعی القنوت فتکون شرعیۃ مستمرۃ وھو محمل قنوت من الصحابۃ بعد وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اوان یظن رفع الشرعیۃ نظرا الی سبب ترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو انہ لما نزل قولہ تعالٰی لیس لك من الامر شیئ ترکہ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ اھ بزیادۃ۔[1]

مصائب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے معاملے کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے کیونکہ یہ حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دو طریقوں سے مروی ہے حماد بن ابی سلیمان، ابوحمزہ قصاب نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا اس سے پہلے بھی آپ نے قنوت فجر میں کبھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں۔ حماد کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ قول منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم منقول ہوا لہذا اس معاملہ میں اجتہاد ہوگا بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی شدید مصیبت ہی نازل نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا کرتی لہذا قنوت دائماً جائز ہوگی اور یہی محمل ہے اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ترک کے باعث سے بسبب یہ کہ جب اللہ تعالٰی کا قول لیس لك من الامر شیئ نازل ہوا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو ترک کردیا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم اھ بزیادۃ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۹

روشن علم تو یہ ہے مگر مصنّف "ضروری سوال" کی سخت نافہمی کہ دو متنافی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا، خود اُسی کا ایک کلام دوسرے کو رَد کردے گا مسلک تو وُہ اختیار کیا کہ قنوتِ نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ وفساد و غلبۂ کفار کے لئے ایک جگہ لکھا عند النازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے۔ پھر لکھا "دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عند النازلہ"۔ پھر لکھا مداومت کے طور پر منسوخ اور عند النازلہ غیر منسوخ "۔ اور مزے سے وہی آیۂ کریمہ اور وہی حدیث بحوالہ صحیحین ذکر کرکے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہُوا سوائے قنوتِ وتر کے"۔ ذی ہوش سے پُوچھا جائے کہ اس حدیث سے کس چیز پر قنوت مذکور تھی نازلہ پر اور نزولِ آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا قنوتِ نازلہ میں اگر آیت و حدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوتِ نازلہ کہاں باقی رہی، وہی تو صراحۃً ان سے منسوخ ہوئی، یہ طرفہ تماشا ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۳: حدیث طارق اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارہ انکارِ قنوتِ فجر (جس طرح معمولِ شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے[1]۔

www.alahazratnetwork.org

اور ترمذی و ابن ماجہ نے یوں کہ ان کے صاحبزادے سعد ابو مالک نے اُن سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا: نئی نکالی ہُوئی ہے[2]۔

ایک ہی حدیث مضمون ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج، اور مصنّفِ "ضروری سوال" نے اسے بلفظِ اول ذکر کرکے نسائی و ابن ماجہ و ابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا: "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے"۔ ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاحِ فقہا درکنار اصطلاحِ محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری و غفلت ہے۔

جہالت ۴: قنوت مذکورہ ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا: "اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" (ہر نو پیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی دوزخ میں جائے گی۔ ت) قطع نظر اس سے کہ

---

[1] سنن النسائی | باب لعن المنافقین فی القنوت | مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور | ۱/۱۲۸

[2] جامع الترمذی | باب فی ترک القنوت | " امین کمپنی دہلی | ۱/۵۳

سنن ابن ماجہ | باب ماجاء فی القنوت فی صلٰوۃ الفجر | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۸۹

جملہ اولیٰ حکم بدعت نہیں حکم بہ بدعت ہے، اجتہادیاتِ ائمۂ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دینا کیسی بیباکی وجرأت ہے حاشا ائمۂ کرام اہلسنّت کا کوئی مسئلہ ضلالت وفی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق وہدایت وسبیلِ جنت ہے۔

جہالت ۵ تا ۸ : حدیث عاصم بن سلیمٰن ذکر کی :

قلنا لانس بن مالك ان قوما یزعمون ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کذبوا انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھرا واحدا یدعو علی احیاء من احیاء المشرکین۔[1]

اور اس کا ترجمہ کیا "ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نمازِ فجر میں، سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے مہینا ایک، سو بھی بددعا کرنے کو اوپر قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے"۔

اوّلاً محاورۂ عرب میں زعم بمعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جبریل تک واقع۔

ثانیاً کلام نامحقق یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک ہوتا ہے جو اسے بلفظ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زعم خود بھی اسے مشکوک یا مظنون کہتا ہے، زید نے زبردستی یزعمون کے معنی یہ بنالئے کہ جو قنوتِ فجر کی بقا کے قائل ہیں خود ہی اُسے شک وگمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بنا پر کذبوا کا ترجمہ کیا "کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں" یہ نیو جما کر اب اس پر فائدہ جڑا "اس حدیث سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ زمانۂ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا، پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہئیں واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔" افسوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہہ نہ جانا عقلمند سے پُوچھا جائے کہ قائلانِ قنوت مالکیہ وشافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوتِ فجر یقینی ہے یا مانعانِ قنوت حنفیہ وحنبلیہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ قنوت قطعی ہے مسائلِ اجتہادیہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کون سا فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ان قوما یزعمون میں لفظ قوم نکرہ حیز اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ بطور وہم بقائے قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہوا کہ زمانۂ تابعین میں سب قائلانِ قنوت اُسے اسی درج میں جانتے ہیں۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ قصاب باب القنوت فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲
مسند احمد بن حنبل ۳/ ۱۶۷ مسلم شریف ۱/ ۲۳۷ بخاری شریف ۱/ ۱۳۶

جہالت ۹ : حدیث ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا :

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قنوتِ فجر سے منع فرمایا۔

جس میں تین[2] راوی ضعیف و شدید الضعیف ہیں ذکر کرکے تضعیفِ رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کو وُہ مانع نہیں۔

"دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرور خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظِ نہی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا، قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق اشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما تو پیدا کہنے سے اس گمان کی راہ کدھر سے ملی ضرور انھیں اس نہی کی خبر ہوگی' انھوں نے صراحۃً نو پیدا ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم وخلفاءِ کرام صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی' اے فرزند! وُہ نئی نکلی ہے اس میں نہی پر اطلاع کی بُو بھی نہیں نکلتی نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی متبادر کہ نہی یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا ہُوئی تو انھیں خبر نہ تھی ورنہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اسے منع فرما چکے ہیں جواب مسئلہ میں دلیل اقوی کا ترک کیوں کیا جاتا۔

www.alahazratnetwork.org

جہالت ۱۰ : ایک حدیث کی سند ذکر کی، عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور ترجمہ میں بھی لکھا" اس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے"۔ عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت درکنار مسعود سرے سے مسلمان ہی نہ ہوا، جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت، اور دانستہ ہو تو سخت تر آفت۔

جہالت ۱۱ : آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ

لو یکن انس نفسہ یقنت فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام، فانہ یقال علیہ ایضا فی الصحیح عنہ علیہ الصلٰوۃ

خود حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے' اور جب نسخ ثابت ہوگیا تو وہ روایت حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ جو ابو جعفر سے مروی ہے یا تو اسے غلطی پر محمول کیا جائے گا یا طولِ قیام پر

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلٰوۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۹

والسلام افضل الصلٰوۃ طول القنوت ای القیام[1]

کیونکہ حدیث صحیح میں اس پر قنوت کا اطلاق موجود ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : نماز میں افضل ترین عمل طولِ قنوت یعنی قیام ہے۔ (ت)

قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیرِ آیت چناں اہلِ علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ اُس آیت وحدیث کی تفسیر وشرح یا اُس کی بحث میں ایسا کہا یہاں مبحوث عنہ حدیث ابی جعفر رازی ہے اُسی کے تحت اُسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود وحدیث طبرانی وغیرہما مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کا صاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوامِ قنوت مذکور رہا ممکن ہے کہ وہاں قنوت سے طولِ قیام مراد ہو کہ لفظِ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر نماز طولِ قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو۔ مصنف "ضروری سوال" ایسی سلیس عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضا کو کہ صراحۃً "یقال" کی طرف ناظر تھا اُس سے قطع نظر کرکے مابعد سے ملایا اور "ایضا فی الصحیح" کو سند جداگانہ ٹھہرایا و لہذا لفظ "ایضا" پر نشان دسمہ کہ علامتِ فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یُوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظِ قنوت کا مقرر لاگیا ہے اوپر طول قیام کے اور بھی بیچ حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یہ حُسنِ ادا بھی قابلِ لحاظ کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظِ قنوت آیا ہی نہیں۔

جہالت ۱۲ : اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا :

والاشکال نشأ من اشتراك لفظ القنوت بین ما ذکر وبین الخضوع والسکوت والدعاء وغیرها[2]۔

یہاں اشکال قنوت کے ان معانی میں اشتراک کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یعنی مذکورہ شئی (طول قیام)، خضوع، سکوت اور دعاء وغیرہ کے درمیان لفظِ قنوت مشترک ہے۔ (ت)

یہاں ما ذکر سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع وسکوت ودعا وغیرہا یعنی قنوت کا

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۷

[2] ایضاً

لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اس سے دعا سمجھ لئے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی بے تامل سمجھ لے،" اب مصنف صاحب کا علم دیکھئے عبارت صرف "ماذکر" تک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا" اور جو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں وہ لفظ قنوت کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا۔" گویا آپ کے نزدیک بین صرف شئے واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ما ذکر کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوتی ہے اسی پر مطلب تمام ہوگیا۔

جہالت ۱۳: سوال قائم کیا" جب نسخ قنوت ثابت ہُوا تو عند النازلہ جواز کہاں رہا" اور اس کے جواب میں لکھا" جواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ یہ ہے فی فتح القدیر وتر و نوافل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلۃ مستمرۃ لم تنسخ [1] الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت سختی منسوخ نہیں" فتح القدیر سے استناد اور قنوتِ نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دارد کا تماشا ہے فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحۃً فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ ہے منسوخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدم نصہ فی بیان الجہالۃ الثانیۃ (اس کے الفاظ کا تذکرہ جہالت نمبر۲ میں ہوچکا ہے۔ت) اسی عبارت منقولۂ زید کے بعد بلا فصل فرمایا تھا" وبہ قال جماعۃ من اھل الحدیث [2]" (محدثین کی ایک جماعت نے یہی قول کیا ہے۔ت) کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع۔

جہالت ۱۴: جو قنوت دونوں حضرات نے نمازِ فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بددعا" بددُعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ، اور شک نہیں کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوتی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے ہے:

انہ لما قنت فی صلٰوۃ الصبح انکر الناس علیہ فقال انما استنصرنا علی عدونا [3]۔

جب اُنھوں نے نمازِ فجر میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے دشمن پر مدد مانگی ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۹

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کان لایقنت فی الفجر مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۳۰۶

www.alahazratnetwork.org

محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

قال ابراھیم (ھو النخعی) وان اھل الکوفۃ انما اخذوا القنوت عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قنت یدعو علی معویۃ حین حاربہ، واما اھل الشام فانما اخذوا القنوت عن معویۃ رضی اللہ عنہ قنت یدعو علی علی رضی اللہ عنہ حین حاربہ قال محمد و بقول ابراھیم ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ۔[1]

حضرت ابراہیم (نخعی) نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کوفہ نے قنوت حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اخذ کی ہے کیونکہ انھوں نے اس وقت قنوت پڑھی جب حضرت معاویہ سے ان کی جنگ ہوئی، اور اہل شام نے حضرت معاویہ سے قنوت اخذ کی ہے کیونکہ وہ بھی جنگِ علی رضی اللہ عنہ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے، امام محمد نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے قول پر ہمارا عمل ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ت)

جہالت ۱۵: "بعید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللھم اصلح بیننا و بین قومنا فانھم اخواننا بغوا علینا (اے اللہ! ہمارے اور قوم کے درمیان صلح پیدا فرما کیونکہ وہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کردی ہے۔) امیر المومنین کی طرف سے یہ قنوت محتمل کیا امیر معویہ بھی معاذ اللہ امیر المومنین کو باغی سمجھتے تھے یہ زا جاہلانہ افترا ہے امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں نہ میں اپنے آپ کو مولٰی علی کا ہمسر سمجھتا ہوں،

www.alahazratnetwork.org

وانی لاعلم انہ افضل منی واحق بالامر ولکن لستم تعلمون ان عثمٰن قتل ظلما وانا ابن عمہ وولیہ اطلب بدمہ[2] رواہ یحیی بن سلیمٰن الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جید عن ابی مسلم الخولانی۔

میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ مجھ سے افضل و احق بامامت ہیں مگر تمھیں خبر نہیں کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ ظلماً شہید ہوئے میں اُن کا ولی اور ابنِ عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں۔ اسے امام بخاری کے استاد یحیٰی بن سلیمٰن الجعفی نے کتاب صفین میں سند جید کے ساتھ ابومسلم خولانی سے روایت کیا ہے۔

---

[1] کتاب الآثار باب القنوت فی الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴

[2] کتاب صفین

جہالت ۱۶: خود ہی سوال میں لکھا "جب قنوت عندالنازلہ جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہونی چاہئے جس طرح قلتِ باراں وسیلاب، زلزلہ، آندھی، امراض مختلفہ خاص کر وبا اور طاعون کہ وہ اشد النازلہ ہے" اور جواب دیا "ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے ان مصیبتوں کے لئے شارع علیہ السلام نے جُداجُدا طریقہ بتادیا اور اُن کا حکم بھی سنادیا چنانچہ کتب فقہ ان سے مملو ہیں الخ" اس کو قیاس بتانے کی جہالت اوپر مذکور ہوچکی مگر طاعون کو خود "اشد النازلہ" لکھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا جب قنوت نازلہ ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازلہ ہے تو اس کے لئے بدلالۃ النص قنوت ثابت اور دلالۃ النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت، اب مصنف "ضروری سوال" کی مثال اس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: لا تقل لھما اُف ماں باپ سے "ہوں" نہ کہہ۔ جب ہُوں کہنے سے ممانعت ہے تو مارنا اس سے سخت تر ہے بدرجۂ اولیٰ منع ہے وہ کہے "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ وغیرہ میں بیکار ہے" قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی ممانعت نہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۱۷: قطع نظر اس سے قلت وکثرتِ باراں وسیلاب وزلازل ورياح وامراض مختلفہ سب کے لئے جداجدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا، اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے، بالفرض جداجدا طریقے ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لئے ایک طریقہ عامہ ہونے کی کیا منافی ہے پھر اس باب سے سوا اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

جہالت ۱۸: اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ھ نوسوننانوے میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے، سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کرسکتا، چنانچہ

قولہ سئلت عنہ فی الطاعون سنۃ تسع وتسعین وتسعمائۃ بالقاھرۃ فاجبت بانی لم ارہ صریحا۔[۱]

ان کا قول کہ قاہرہ میں مجھ سے طاعون کے وقت قنوت پڑھنے سے متعلق ۹۹۹ھ میں سوال کیا گیا تو میں نے جواباً کہا اس پر تصریح میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ (ت)

صاحبِ اشباہ رحمہ اللہ کا انتقال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔ علامہ حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقف میں نقل فرماتے ہیں:

قد توفی المصنف رحمہ اللہ لثمان مضین

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات رجب ۹۷۰ھ

---

[۱] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعا لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲/۶۲-۲۶۱

من رجب سنۃ سبعین وتسعمائۃ۔[سـ۱] میں ہوئی (ت)

آپ ۹۹۹ھ کا واقعہ ان سے لکھوا رہے ہیں حقیقۃً اشباہ میں یہاں سنۃ تسع وستین وتسعمائۃ یعنی ۹۶۹ھ نوسو انہتر جسے آپ ۹۹۹ھ بتا رہے ہیں۔

جہالت ۱۹: اور پھر بیان کیا (یعنی صاحبِ اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھنا چاہے تو اکیلا دو رکعت نماز نفل کی نیت کرکے پڑھے چنانچہ

یقنت للطاعون لانہ اشد[عـہ۱] النوازل بل ذکرہ[عـہ۲] انہ یصلی رکعتین فرادی فرادی وینوی رکعتی[عـہ۳] لدفع الطاعون۔[سـ۲]

قنوت پڑھے واسطے طاعون کے مقرر وہ بڑی سخت ہے سختیوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون، پورا ہوا حاصل مطلب اشباہ والے کا۔

قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحبِ اشباہ سے ناقل[عـہ۴] کی ہے اور اس میں بل ذکر کی ضمیر خود

---

www.alahazratnetwork.org

عـہ۱ "ضروری سوال" میں یونہی لکھا اور اسی غلطی کی بنا پر طاعون کو خود بھی اشد النوازل کہا حالانکہ اشباہ میں من اشد النوازل ہے ۱۲ (م)

عـہ۲ ھکذا بخطہ وصوابہ بل ذکر ۱۲ (م)
یہ ان کی تحریر ہے اور درست "بل ذکر" ہے (ت)

عـہ۳ ھکذا بخطہ وصوابہ رکعتین (م)
یہ ان کی تحریر ہے درست "رکعتین" ہے۔ (ت)

عـہ۴ ظاہراً کہیں طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح دیکھنے کو مل گئی اس میں انھوں نے فرمایا تھا:

فی الاشباہ یقنت للطاعون لانہ من اشد النوازل بل ذکر انہ یصلی لہ رکعتین فرادی وینوی رکعتی دفع الطاعون۔[سـ۳]

اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جائے کیونکہ یہ شدید مصائب میں سے ہے بلکہ یہ ذکر کیا کہ دو رکعات الگ الگ ادا کی جائیں اور ان کی نیت طاعون کے دفع کے لیے دو رکعات کی کی جائے۔ (ت)

یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ سب عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲ (م)

سـ۱ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ فن ثانی، کتاب الوقف مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۸

سـ۲ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

سـ۳ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر 〃 نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

صاحبِ اشباہ ہی کی طرف ہے جسے آپ نے "چنانچہ" لکھ کر عبارت اشباہ ہونے کا اشعار کیا اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمے سے خارج کر دیا طرفہ سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلے کو مسئلہ قنوت کا تتمہ بنا دیا کہ "قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نفل کی نیت کرکے پڑھے" اور اسی لئے اپنی طرف سے ترجمے میں "مگر" تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارتِ اشباہ خواہ عبارت مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا، اشباہ میں تو قنوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جُداگانہ دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا۔

حیث قال صرح فی الغایۃ بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل وفی السراج الوھاج قال الطحاوی لا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت فلا باس بہ کذا فی الملتقط انتھی فان قلت ھل لہ صلٰوۃ قلت ھو کالخسوف لما فی منیۃ المفتی فی الخسوف والظلمۃ فی النہار واشتداد الریح والمطر والثلج والافزاع وعموم المرض یصلی وحدانا انتھی ولا شك ان الطاعون من قبیل عموم المرض فتسن لہ رکعتان فرادٰی[1] اھ مختصرا

الفاظ یہ ہیں کہ غایہ میں تصریح ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت اُترے تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے، پس بڑی مصیبت کے وقت قنوت ہمارے نزدیک ثابت امر ہے اور بیشک طاعون بڑی مصیبتوں میں سے ہے السراج الوہاج میں ہے کہ طحاوی نے فرمایا کہ بغیر کسی مصیبت کے ہمارے نزدیک فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے اور اگر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ملتقط میں ہے انتہی اگر آپ پوچھیں کہ اس کے لئے نماز ہے تو میں کہتا ہوں کہ طاعون کا معاملہ خسوف کی طرح ہی ہے۔ منیۃ المفتی کے باب الخسوف میں ہے کہ سخت تاریکی، شدید طوفان، شدید بارش یا شدید ژالہ باری، شدید خوف یا مرض عام لاحق ہو جائے تو تنہا نماز ادا کریں؛ انتہی؛ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون ایسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے لہذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعات تنہا ادا کرنا سنت ہوگا اھ مختصراً (ت)

اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اُسے جُدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبارات کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۶۲

جہالت ۲۰: اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحبِ اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا "کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کرسکتا" اور عبارت یہ نقل کی کہ یقنت للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے"۔ کیوں حضرت! کیا یہ حکم نہ ہوا، واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پُورا معذور ہے، یہ سردست بیس جہالتیں ہیں، اور شروع کلام میں اوّلاً سے خامسًا اور اس کے تنبیہ میں اوّل سے چہارم تک جو سخت وجوہ قاہرہ سے "ضروری سوال" کی بطالتیں جہالتیں ثابت کی گئیں انھیں شامل کیجئے تو یہاں تک **۲۹ جہالات** شدیدہ بیان ہوئیں اب **تیسویں جہالت** سب سے بڑھ کر سفاہت ملاحظہ ہو۔ "ضروری سوال" کی ساری محنت وجانکاہی اپنے اس ادعائے باطل کے اثبات کو تھی کہ فتنہ وغلبۂ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل وبہتان بے ثبوت وگناہ وبدعت وضلالت وفی النار ہے جو اُسے ثابت مانے اس پر حکم تعجیل توبہ واستغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریر میں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کئے یہ سب کچھ لکھ لکھا کر اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "**ف** زمانۂ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "ھذہ الکیفیۃ لصلوۃ الطاعون (یہ نمازِ طاعون کا طریقہ ہے۔ ت) پہلے دل میں نیت کرکے زبان سے کہے نویت ان اصلی للّٰہ تعالٰی رکعتین صلوٰۃ النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جھۃ الکعبۃ الشریفۃ اللّٰہ اکبر (میں اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے رفع طاعون کی خاطر دو رکعات ادا کرتا ہوں اس حال میں کہ میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ت) پھر دوسری رکعت کے آخر رکوع[عہ۱] میں جو قنوت ماثورہ[عہ۲] ہو پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے، اور اگر ایسی قنوت اس کو یاد ہی نہ ہو تو ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وقنا ربنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وافی ہدایہ جامع جمیع ادعیہ کی ہے"۔ اللہ تعالٰی دلوں کے ارادے سب جانتا ہے، چلتے وہ اگلا پچھلا لکھا لکھایا بھولنا درکنار یہی یاد نہ رہا کہ "ضروری سوال" کی تحریر کس غرض کے لئے تھی، کس بات کا دعوٰی کا ہے سے انکار تھا، اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریق نار تھا خود ہی کذب وبہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بنانے لگے، یارب مگر اسے اختلالِ حواس کے سوا کیا کہئے، طرفہ یہ کہ اُوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون یاوبا کون سی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتا نہیں"۔ اب حکم ہوتا ہے کہ قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے"۔ اب خدا جانے کہاں سے اُس کا پتا لگ گیا۔ **تصحیف اغلاط** یعنی عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ، یُوں تو زیادت ونقص وتبدیل ہر قسم کی خطا اس "ضروری سوال" میں موجود ہے یہیں

www.alahazratnetwork.org

عہ۱ یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں علما مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد، آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے ۱۲ (م)

عہ۲ تحریر زید میں یونہی ہے جیسے کچہریوں میں پنچ کو پنچ مقبولہ لکھتے ہیں ۱۲ (م)

"قنا ربنا عذاب النار" کو آیت بنا دیا حالانکہ قرآن عظیم میں قنا کے بعد لفظ ربنا کہیں نہیں، من اشد النوازل سے من اڑا کر طاعون کو 'اشد النازلۃ' کہا اور اپنے ہی پاؤں پر تیشہ مارا، عبارتِ اشباہ میں سبعین کو تسعین بنایا مگر زیادہ اظہارِ علم کو تصحیفین یہ ہیں شیبان بن فروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن فرخ[ع1] لکھا یہ نام صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی شاید نہ ہوتی اللھم اشدد وطأتک علی مضر دو جگہ آیا دونوں جگہ وطائتک بہمزہ[ع2] بجائے تا بنایا، اور قبیلہ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف فارہ[ع3] بحرف فا بجائے قاف تحریر کیا، اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے:

اللھم لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا ھادی لما اضللت ولا مضل لمن ھدیت، ولا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت، ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت۔

اے اللہ! جس چیز کو تُو نے کشادہ کیا اسے کوئی سمیٹنے والا نہیں، اور جسے تُو نے بند کر دیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں، اور جس کو تُو نے ہدایت دی اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تُو نے گمراہ کیا اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اور جو تُو نے عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تُو نے روک لیا اُسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، اور جس کو تُو نے دُور کر دیا اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں، جس کو تُو نے قریب کیا اُسے دُور کرنے والا کوئی نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

آپ اُسے لکھتے ہیں اللھم لا قابض لما بسطت ویا باسط لما قبضت۔ اہلِ علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو یا قابضا لما بسطت ویا باسطا لما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمہ شبہ مضاف ہو کر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہوا کقولک یا طالعا جبلا ویا خیرا من زید، اور یہ جو حدیث نقل کی جس میں یہ مناجات مذکور ہوئی

ع1 یعنی چوزہ ۱۲ (م)　ع2 یعنی تشبیب ۱۲ (م)　ع3 یعنی چوہا ۱۲ (م)

---

1 مسند الامام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ الزرقی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۲۴

2 دُرِ منثور تحت آیت ولکن اللہ حبب الیکم الایمان مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۶/ ۸۹

3 کنز العمال غزوۂ اُحد حدیث ۳۰۰۴۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۳

علمائے ناقدین اسے سخت منکر بتاتے ہیں، یہاں تک کہ امام ذہبی فرماتے ہیں: اخاف ان لا یکون موضوعا میں ڈرتا ہوں کہیں موضوع نہ ہو۔ خاتم الحفاظ امام جلیل سیوطی جمع الجوامع میں اسے نقل کرکے مقرر رکھتے ہیں؛ اغلاط ترجمہ گزری جہالتوں کے بیان میں متعدد جگہ واضح ہُوا کہ زید کو سیدھی سادی عربی سمجھنے اور اُس کا ٹھیک ترجمہ کرلینے کی استعداد نہیں اور میں ایسے ترجموں کا شاکی بھی نہیں کہ ان یدعو لقوم او علی قوم کے ترجمے میں لکھا: "واسطے دُعا کرنے کے کسی قوم کے لئے یا اوپر بد دعا کرنے کے کسی قوم پر" یا "سندہ صحیح" کا ترجمہ "سند اس حدیث کی بہت صحیح ہے" یا "عن ابی مالک سعد بن طارق الاشجعی" کا ترجمہ "روایت کی مالک سعید بیٹے طارق اشجعی نے"۔ لطیف خوش فہمیوں کے ترجمے وُہ ہیں جن کا بیان جہالات ۵ و ۶ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۹ میں گزرا علی الخصوص ثلثہ اخیرہ، اور اسی قبیل سے ہے: اللھم انج الولید بن الولید و سلمۃ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعۃ و المستضعفین من المؤمنین و غفار غفر اللہ لھا و اسلم سالمھا اللہ[عہ][1] کا ترجمہ "اے پروردگار خلاصی بخش ولید اور مسلمہ اور عیاش کو اور ناتواں مومنوں کو اور قبیلہ غفار کو مغفرت کرے اللہ اُن کی اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے اللہ" ان کو یعنی شر سے اعداء کے غفار غفر اللہ لہا و اسلم سالمہا اللہ" دو مستقل جملے جداگانہ خبریہ یا دُعائیہ ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

عہ سالمھا اللہ کا ظاہر ترجمہ اللہ نے اُن سے صلح کی، علیہ درج فی اشعۃ اللمعات وفی الصراح مسالمۃ مصالحۃ وفی القاموس سالما صالحا وفی تاج العروس ومنہ الحدیث اسلم سالمھا اللہ وھو من المسالمۃ و ترک الحرب وفی مجمع البحار اسلم سالمھا اللہ ھو المسالمۃ و ترک الحرب ۱۲ (م)

اسی معنی کو اشعۃ اللمعات میں بیان کیا، اور صراح میں ہے مسالمۃ مصالحۃ کو کہتے ہیں۔ اور قاموس میں ہے سالما کا معنی صالحا ہے۔ اور تاج العروس میں ہے کہ اسی سے حدیث اسلم سالمھا اللہ ہے۔ اس کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے۔ اور مجمع البحار میں ہے اسلم سالمھا اللہ کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے ۱۲ (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۶
عمدۃ القاری شرح بخاری " " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۷/۲۶

اقول والاول عندی اولی لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسلم سالمہا اللہ وغفار غفر اللہ لہا اما و اللہ ما انا قلتہ ولکن اللہ قالہ۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ[1] واحمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن سلمۃ بن الاکوع[2] وابوبکر بن ابی شیبۃ عن خفاف بن ایماء الغفاری وابویعلی الموصلی عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اقول میرے نزدیک پہلا احتمال اولٰی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم سے اللہ تعالٰی نے مصالحت فرمائی اور غفار کے لئے اللہ تعالٰی نے مغفرت فرمائی، خبردار! خدا کی قسم میں نے یہ بات خود نہیں کی لیکن اللہ تعالٰی نے فرمائی ہے۔ اس کو امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں اور امام حاکم نے سلمہ بن اکوع اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے خفاف ابن ایما غفاری سے اور ابویعلٰی موصلی نے ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مصنف "ضروری سوال" نے اپنی نادانی سے غفار و اسلم کو ولید پر معطوف اور انج کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی مثل ولید و سلمہ و عیاش و ضعفائے مومنین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین دست کفار میں گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لئے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اس حدیث سے جُدا ہے صحیح بخاری شریف صفۃ الصلوٰۃ میں بے ذکر غفار و اسلم صرف حدیث اول روایت فرمائی اور استسقا میں کہ اسے اس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتادیا

حیث قال عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا رفع رأسہ من الرکعۃ الاخرۃ یقول اللھم انج عیاش بن ابی ربیعۃ اللھم انج سلمۃ بن ھشام اللھم انج الولید بن الولید اللھم انج المستضعفین من المؤمنین اللھم اشدد وطأتک علی مضر

جہاں فرمایا' ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے اے اللہ! نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو' اے اللہ! نجات دے سلمۃ بن ہشام کو' اے اللہ! نجات دے ولید بن ولید کو' اے اللہ! نجات دے مومنین میں سے ضعیفوں کو' اے اللہ! تُو اپنی سخت گرفت فرما مضر پر، اے

---

[1] صحیح مسلم باب من فضائل غفار و اسلم الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۰۶

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث سلمہ بن الاکوع " دار الفکر بیروت ۴/۴۸

اللھم اجعلھا سنین کسنی یوسف وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال غفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ تعالٰی۔[1]

الٰہی! ان پر قحط مسلط فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط ہوا۔ اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: غفار کے لئے اللہ تعالٰی نے مغفرت فرمائی ہے اور اسلم سے اللہ تعالٰی نے صلح فرمائی ہے۔ (ت)

فتح الباری وعمدۃ القاری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں ہے:

قولہ وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ حدیث اٰخر وھو عند (البخاری) بالاسناد المذکور کانہ سمعہ ھکذا فاوردہ کما سمعہ زاد العینی وقد اخرجہ احمد کما اخرجہ البخاری۔[2]

قولہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ یہ دوسری حدیث ہے اور یہ بخاری کے ہاں مذکورہ سند سے ہی مروی ہے، گویا انھوں نے اسی طرح سن کر شامل کرلیا۔ اور عینی نے یہ بات زیادہ لکھی کہ اس کو امام احمد نے بھی تخریج کیا جس طرح اس کو امام بخاری نے تخریج کیا۔ (ت)

ذی ہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب تو ولید رہ علت کیونکر ممکن

اغلاط روایت

"ضروری سوال" میں واقعہ بئر معونہ بطور خود ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا، خلاصۂ عبارت یہ ہے ایک عامر بیٹا مالک کا دو گھوڑے دو اونٹ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا اے حبیب خدا! میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ سب مسلمان ہوجائیں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ستر یا چالیس جوان انصار[عہ] سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کردئے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہولیا ان

عہ سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے خمیس میں ہے: کان اکثرھم من الانصار واربعۃ من المھاجرین[3] (ان میں اکثر انصار تھے اور چار مہاجرین۔ ت)

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۶

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری " " " " " مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۷/۲۶

فتح الباری " " " " " " دار المعرفۃ بیروت ۲/۴۱۰

ارشاد الساری " " " " " " دار الکتاب العربیۃ بیروت ۲/۲۳۶

[3] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر بن عمرو الٰی بئر معونۃ مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/۴۵۲

پر منذر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھوا کر حوالہ منذر کے کر دیا، یہ صحابہ بئر معونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وُہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، جب وہ خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا، پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ اُن صحابہ کو قتل کر ڈالا اور منذر کو زندہ قید کر لیا، قطع نظر اس سے **اوّلاً** عامر بن مالک ابو براء نے "اسے جیبِ خدا" ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا۔

ثانیاً "ہمراہ ہولیا" سے ظاہر یہ کہ بطورِ خود ساتھ ہولیا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مُطّلب سُلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو رہبری کے لئے ہمراہ فرمادیا تھا۔

فقد اخرج الطبرانی من طریق عبد اللّٰہ ابن لھیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال ثم بعث النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم المنذر بن عمرو الساعدی وبعث معہ المطلب السلمی لیدلھم علی الطریق، الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمۃ المطلب۔

طبرانی نے اس کی تخریج عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے انھوں نے ابوالاسود انھوں نے عروہ سے روایت کیا، کہا کہ پھر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے منذر بن عمرو الساعدی کو بھیجا اور ان کے ساتھ مطلب اسلمی کو بھی بھیجا تا کہ ان کو راستہ بتائیں، الحدیث. ابن حجر نے الاصابہ میں مطلب کے عنوان کے تحت ذکر کیا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثالثاً فرمانِ اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد و بنی عامر کے نام تھا، خمیس میں ہے: وکتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مدارج میں ہے: اکثر ایشاں انصار بودند و بعضے از مہاجراں[2] (ان میں اکثر انصار تھے اور کچھ مہاجر تھے۔ ت) نیز خمیس میں ہے:

لم یکن القراء المذکورون کلھم من الانصار بل کان بعضھم من المھاجرین مثل عامر بن فھیرۃ مولٰی ابی بکر الصدیق و نافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وغیرھما رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم[3]۔

مذکور تمام قراء انصار نہ تھے بلکہ کچھ مہاجر بھی تھے، جیسا کہ عامر بن فہیرہ مولٰی ابوبکر الصدیق اور نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم مہاجر تھے۔ (ت)

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ الطبرانی ترجمہ عبد المطلب السلمی ۸۰۲۹ مطبوعہ دار صادر بیروت ۴۲۵/۳

[2] مدارج النبوۃ سریہ بئر معونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۳/۲

[3] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر الٰی بئر معونۃ " موسسۃ شعبان بیروت ۴۵۲/۱

کتابا الی رؤساء نجد وبنی عامر[1] (اور آپ نے نجد کے رئیسوں اور بنی عامر کے نام خط لکھا۔ت) مدارج میں ہے:
مکتوبے بروساے نجد وبنی عامر نوشت[2]۔

رابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت، انھیں قرّا نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہوسکتی، اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اس وقت اترا وہ سب ان سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انھیں قرّاء کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس وتلاوتِ قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: یتدارسون القراٰن باللیل ویصلون[3] (رات کو قرآن اور نماز پڑھتے۔ت) عمدۃ القاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد میں ہے: سموا به لکثرۃ قراء تھم[4] (قراء اس لئے انھیں کہا گیا کہ کثرت سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ت)

خامساً عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلہ بنی عامر نے ہرگز کمک نہ دی بلکہ صاف انکار کردیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انھیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے۔ مواہب لدنیہ میں ہے:

استصرخ علیھم بنی عامر فلم یجیبوہ، وقالوا لن نخفر ابا براء، وقد عقد لھم عقدا وجوارا۔[5]

عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر قبیلہ کو مدد کے لئے آواز دی تو انھوں نے مدد سے انکار کیا اور انھوں نے صاف کہہ دیا ہم تیرے چچا ابو براء کا معاہدہ نہیں توڑیں گے کیونکہ اس نے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کا معاہدہ کر رکھا ہے۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر بن عمرو الی بئر معونہ مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲
[2] مدارج النبوۃ سریہ بئر معونہ " نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴۳
[3] صحیح بخاری کتاب الجہاد " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۱
صحیح بخاری کتاب المغازی " " " " ۲/ ۵۸۲
مسند احمد بن حنبل از مسند انس رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۳/ ۲۳۵ و ۲۷۰
شرح الزرقانی علی المواہب سریہ بئر معونہ " دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۷۵
[4] عمدۃ القاری شرح بخاری باب العون بالمدد " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۴/ ۳۱۰
[5] مواہب لدنیہ سریہ بئر معونہ " المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۶
ف: صحیح بخاری میں یہ حدیث دو جگہوں پر منقول ہے اس میں یتدارسون کی جگہ یحطبون کا لفظ ہے البتہ بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث شرح الزرقانی میں موجود ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

سیرت ابن ہشام میں ہے:

استصرخ علیھم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی مادعاھم الیہ وقالوا لن نخفر ابا براء وقد عقد لھم عقدا وجوارا — عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر کو اپنی مدد کے لئے پکارا تو انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہم تیرے چچا کا معاہدہ نہیں توڑیں گے الخ (ت)

خمیس میں ہے:

استصرخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لا نخفر ذمة ابی براء عمك الخ[2] — عامر بن طفیل نے بنو عامر کو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کے لئے آواز دی تو انھوں نے انکار کیا اور کہا تیرے چچا ابو براء کے ذمہ کو نہیں توڑیں گے الخ (ت)

مدارج میں ہے، تمامہ بنی عامر از جنگ مسلمانان ابا آوردند[3] (تمام بنو عامر نے مسلمانوں سے جنگ کرنے سے انکار کردیا۔ ت)

سادساً عامر بن طفیل کا قاتل قربان اقدس حرام بن ملحان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو طبرانی نے ثابت بنانی سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت) اور عدو اللہ عامر بن طفیل کفر پر مرا کما فی صحیح البخاری عن اسحق بن ابی طلحۃ عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ صحیح بخاری میں اسحٰق بن ابی طلحہ سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے:

جعل یحدثھم فاومأوا الی رجل فاتاہ من خلفه فطعنه[4] — یعنی حرام رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کافروں کو پیام اقدس پہنچاتے اور ان سے باتیں فرمارہے تھے کہ انھوں نے کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ (ت)

امام حافظ الشان عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا: لم اعرف اسم الرجل الذی طعنه[5] مجھے اس

---

[1] سیرت ابن ہشام سریۃ بئر معونہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۱۸۵
[2] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر الی بئر معونہ " موسسۃ شعبان بیروت ۱/۴۵۲
[3] مدارج النبوۃ سریۃ بئر معونہ " نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴۴
[4] صحیح بخاری غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان الخ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۶
[5] فتح الباری شرح البخاری " " " " " مصطفی البابی مصر ۸/۳۹۱

www.alahazratnetwork.org

نیزہ مارنے والے کا نام معلوم ہوا۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے:

فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حرام بن ملحان اسلم و عامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انتہی من الفتح[1]۔

طبرانی میں ثابت کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حرام بن ملحان کا قاتل مسلمان ہوگیا اور عامر بن طفیل کفر پر مرا جیسا کہ پہلے فتح الباری سے گزرا تھی۔(ت)

سابعًا ان سب سے قطع نظر کے بعد اُس میں ایک غلطی یہ ہے کہ "جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بگولہ ہوگیا"۔ کتب سیر میں تصریح ہے کہ اُس خبیث نے فرمانِ اقدس دیکھا تک نہیں۔ سیرتِ ابن اسحٰق و سیرتِ ابن ہشام و مواہب لدنیہ میں ہے: لما اتاہ لم ینظر الی الکتاب[2] (جب اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط ملا تو اس نے خط نہ پڑھا۔ت)

ثامنًا سخت غلطی فاحش یہ ہے کہ "منذر کو زندہ قید کرلیا" حالانکہ منذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے، معالم التنزیل میں ہے:

قتل المنذر بن عمرو واصحابہ الا ثلثۃ نفر کانوا فی طلب ضالۃ لھم الخ[3]

منذر بن عمرو اور اس کے ساتھی شہید ہوئے صرف وہ تین بچے جو ایک گم شدہ کی تلاش میں گئے تھے الخ۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

مدارج میں ہے:

تمام اصحاب شہید شدند الا منذر بن عمرو با وگفتند اگر خواہی ترا امان دہیم او امان ایشاں راقبول نہ کرد و با ایشاں مقاتلہ کرد تا شہید شد[4]

تمام صحابہ شہید ہوگئے مگر منذر بن عمرو کو انھوں نے کہا اگر تو چاہے تو ہم تجھے امن دیں مگر اس نے ان کا امن قبول نہ کیا اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔(ت)

سیرتین ابنائے اسحاق و ہشام میں ہے:

لما رأوھم اخذوا سیوفھم ثم قاتلوھم حتی قتلوا من عند اٰخرھم یرحمھم اللہ

جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو کفار نے ان سے تلواریں چھین لیں اور پھر ان کو شہید کردیا مگر انہوں نے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب | سریہ بئر معونہ | مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت | ۲/۷۹

[2] مواہب لدنیہ | " | " المکتب الاسلامی بیروت | ۱/۴۲۶

تاریخ الخمیس | سریہ منذر بن عمرو الی بئر معونہ | " موسسۃ شعبان بیروت | ۱/۴۵۳

[3] معالم التنزیل

[4] مدارج النبوۃ | سریہ بئر معونہ | مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۱۴۴

ف: معالم التنزیل میں منذر بن عمرو کا ذکر دو جگہ (ص ۴۱۷ و ۴۸۴) پر نظر سے گزرا ہے وہاں یہ عبارت نہیں مل سکی البتہ تاریخ الخمیس میں معالم التنزیل کے حوالے سے بعینہٖ یہی عبارت نقل کی ہے اس لئے تاریخ الخمیس سے حوالہ نقل کیا ہے۔ نذیر احمد

الاکعب بن زید اخا بن دینار بن النجار فانھم ترکوہ وبہ رمق فارتث من بین القتلٰی فعاش حتی قتل یوم الخندق شھیدا رحمہ اللّٰہ۔[1]

کعب بن زید، دینار بن نجار کے بھائی کو زخمی حالت میں چھوڑ دیا اور لاشوں میں سے وہ زندہ رہے اور بعد میں وہ اپنی زندگی میں جنگ خندق میں شریک ہوئے اور وہاں وہ شہید ہُوئے، رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

مواہب میں ہے: قتلوا الی اخرھم الاکعب بن زید[2] الخ (انھوں نے سب کو شہید کردیا صرف کعب بن زید زندہ بچے الخ۔ت) خمیس میں ہے: قتلوا من عند اخرھم الاکعب بن زید[3] الخ (انھوں نے کعب بن زید کے علاوہ سب کو موقعہ پر شہید کردیا الخ۔ ت) خود حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبردی:

ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقتطعوھم فلم یبق منھم احد وانھم قالوا ربنا بلغ قومنا انا قد رضینا ورضی عنا ربنا فانا رسولھم الیکم قد رضوا ورضی عنھم[4] رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

تمہارے بھائی مشرکین سے مقابلہ کرتے ہُوئے شہید ہوگئے ان میں سے کوئی نہ بچا اور انھوں نے شہید ہوتے ہوئے یہ دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادے کہ ہم اللہ تعالٰی سے راضی ہوگئے اور اللہ تعالٰی ہم سے راضی ہوا، حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کا پیغام تمھیں پہنچا رہا ہُوں کہ وہ بھی اور اللہ بھی راضی ہوا۔ اس کو حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فریب دہی عوام جہالت و اغلاط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی "ضروری سوال" میں ضرور ہے:

فریب ۱: حدیث مذکور ابن حبان ذکر کی جو صراحۃً مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمانی ہوتی تو مصنفِ "ضروری سوال" نے اس کا ترجمہ لکھ کر معاً جوڑ لگادیا "یعنی سوا اس کے پیمبرِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے" جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لئے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے

---

[1] سیرت ابن ہشام سریہ بئر معونہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۸۵
[2] مواہب لدنیہ " " المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۶
[3] تاریخ الخمیس " " مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲
[4] المستدرک علی الصحیحین کتاب الجہاد قول الشہداء ربنا بلغ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۱۱

باقی بے ثبوت، اس مغالطے سے جو فائدہ اٹھانا چاہا اسے یہیں ظاہر بھی کر دیا کہ" اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نمازِ فجر میں نصرت چاہئے طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ابجد خواں عربی بتا سکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصلاً کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر پر نفیِ قنوت ہو۔

فریب ۲: "قنوتِ نازلہ خود بھی تو غیر منسوخ مانی ہے اگرچہ خاص ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہُوئی تو علّامہ طحطاوی وعلامہ شامی ومحقق سامی بحر طامی صاحبِ اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ" چنانچہ حاشیہ درمختار طحطاوی وشامی واشباہ والنظائر وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے" حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لئے قنوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب وبہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے طور نقل ذکر نا درکنار جو عبارت اُن کے نام سے نقل کی اُس میں دو کارروائیاں کیں، ایک یہ کہ خود اُن کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملادئے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے، دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اس کلام سے ملادی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے، وہ نقل وترجمہ ملخصاً یہ ہے: "وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

وقد قنت ابوبکر الصدیق وعمر وعلی ومعویۃ فالقنوت فی النازلۃ ثابت فافھم واغتنم قلت والمراد بالنازلۃ ھنالک ھو الذی مذکور فی الاحادیث ولا یقاس علی غیرہ واللہ اعلم۔

ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معویہ نے پس قنوت بیچ واقع ہونے سختی ورفتنہ اور فساد اور غلبہ کفار اشرار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غنیمت جان، اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازلہ سے اس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے حدیثوں میں، اور نہیں خیالؔ کیا جاوے گا اور پر غیر اُس نازلہ کے اعنی ہر ایک نازلہ نہیں۔"

ترجمہ اصل میں "فتنہ وفساد وغلبہ کفار اشرار" لفظ بڑھا دئے کہ نرے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارتِ علما میں نہ ان لفظوں کا اصلاً پتا نہ اس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پیوند کا کوئی منشا، پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گھڑ کر عبارت سے ملادی اور اس کا ترجمہ اردو کیا کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت انہی علما نے فرمایا ہے

عــہ اس خوبیِ علم کو دیکھئے کہنا یہ مقصود ہے کہ لایقاس علیہ غیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جائیگا اور کہا یہ کہ لایقاس علی غیرہ نہ قیاس کیا جائیگا اوپر غیر اس نازلہ کے۔ (م)

ورنہ یہ کہیں کا دور نہیں کہ اردو رسالے میں جو بات اُردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اُسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اُردو کریں اور کلام علما میں قلت ہزار جگہ ہوتا ہے تو صاف اسی طرف ذہن جائیگا کہ یہ کلام بھی اُنہی کا ہے۔

فریب ۳ : اشباہ میں فرمایا تھا :

فائدہ فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنہ فاجبت بانی لم ارہ صریحا۔[1]

یعنی فائدہ طاعون دُور ہونے کی دعا میں مجھ سے اس کا سوال ہُوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی۔

پھر غایہ و شمنی و فتح القدیر کی وُہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازلہ کی قنوت پڑھے، پھر فرمایا :

فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت، ولاشك ان الطاعون من اشد النوازل۔[2]

یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازلہ ہر شدت و سختی کو عام ہے مصباح و قاموس و صحاح کی عبارات مذکورۂ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج و ہاج و ملتقط و کلام امام طحاوی سے ثبوت مؤکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اس کے لئے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہوسکتے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جانے کو فرما رہے ہیں، لاجرم علامہ سید شریف طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا :

فی الاشباہ یقنت للطاعون لانہ من اشد النوازل۔[3]

یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھے اس لئے کہ وُہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اب مصنف ضروری سوال "کی سُنئے" اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پُوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کر نہیں سکتا" اول تو سوال خاص قنوت طاعون سے ہونا بنایا کہ جو جواب گھڑا جائے گا وہ بالتخصیص صراحۃً اسی پر وارد ہو، پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھا دے کہ "میں حکم کر نہیں سکتا" حالانکہ عبارت اشباہ

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۱

[2] " " " " " " " " ۲/ ۲۶۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر " نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالتصریح اُس میں قنوت کا حکم دینا موجود، اسے کس درجہ کی تحریف وبددیانتی ومغالطہ و فریب وہی کہا چاہئے والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مخالفت توبہ نامہ خود اس "ضروری سوال" سے بھی پیدا **اولاً** اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام وعلمائے عظام کی شان وعظمت کے خلاف الفاظ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجے کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھی سے ہوئی میں للہ اُن کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہُوں خواہ حضرات سادات وعلماء اہل سورت خواہ اہل بمبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ رکیکہ لکھے اُس سے معافی چاہی اور "ضروری سوال" میں خود آپ اکابر سابقین علمائے عظام وفقہائے کرام وسادات فخام مثل امام نووی وامام ابن حجر وامام طیبی وعلامہ ابن ملک ومحقق زین العابدین ابن نجیم ومولٰنا علی قاری مکی وسید علامہ شامی وامثالہم کو معاذ اللہ کذب وبہتان کی طرف نسبت فرمارہے ہیں شاید یہ الفاظ رکیکہ نہ ہوں گے۔

ثانیاً اُس میں لکھا تھا "واللہ باللہ میں مذاہب اربعہ حقہ کو سچے دل سے حق جانتا ہُوں" یہاں صراحۃً قنوتِ فجر کو کہ مذہب امام مالک وامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے بدعت وضلالت وفی النار بتایا ادھر قنوتِ طاعون ووبا کو کذب وبہتان ٹھہرایا خروج عن المذہب سے قطع نظر ابھی کہئے تو امام شافعی فیہ کے یہاں اُس کی صریح تصریحیں موجود، اور امام ابن حجر مکی نے خود امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیان مذہب میں اُسے ذکر فرمایا۔

ثالثاً اُسی میں لکھا تھا: "جمہور علماء کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذر ونیاز عرفی میں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کردیا ہے اور مستحسن کر رکھا ہے تو ہم انہی کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پُرانے خیالات سے باز آکر اولیاء کی نذر ونیاز عرفی جو فی زماننا خاصّا عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہُوں سوائے اس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوال جمہور علما ہو اُس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہُوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں نہ ظاہر ارشاد جمیع متون پر اقتصار رکھا نہ طریقہ مصرحہ جمہور شارحین اختیار کیا سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ "ضروری سوال" کی مخالفتیں تھیں۔

رابعاً شرائط بحث میں تو صراحۃً اس توبہ کو توڑ دیا نذر ونیاز عرفی اولیائے کرام قدست اسرارہم جو فی زماننا مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لاجرم توبہ نامے میں جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائط ثلثہ کی بحث میں قرون ثلثہ کے متاخرین متقدین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ سند دین میں اصول وفروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہئے یعنی صحابہ وتابعین

تبع تابعین اور اُس پر عمل بھی جاری ہُوا بُوئے وہابیت پیدا ہونے کو اوّلاً و ثانیاً ضروری سوال ہی کی وُہ تقریریں کہ یہ ارشاد فقہا کذب و بہتان ہے اور وُہ مذہب ائمہ بدعت و ضلالت و فی النار رہے کافی تھیں۔

ثالثاً مگر شرائط بحث میں تو صاف صاف وہی معمولی تقریر وہابیہ کہ "قرون ثلثہ کی سند معتبر ہے باقی سب باطل" صراحۃً لکھ دی اور اس کے ساتھ اور تنگی بڑھا دی کہ صحابہ و تابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہابیت کی ہیں۔

رابعاً اور شرط لگائی کہ "کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وُہ بغیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا" ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہیہ متون و شروح و فتاوٰی کسی میں ذکرِ اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتادیا کہ کتبِ فقہ مہمل و ناقابلِ عمل ہیں اُن کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے گا یہ اول نمبر کی وہابیت غیر مقلدی ہے ان وجوہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم وہابیت پر باقی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہُوا کہ "ضروری سوال" کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے وہ سراسر غلطیوں سے بھری ہے جو اُسے صحیح و درست بتائے سخت جاہل و نافہم ہے ضروری سوال کا مصنف علمِ دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ نہ عبارت سمجھ سکتا ہے نہ ترجمہ کی لیاقت رکھتا ہے نہ مطلب سمجھنا تو بڑا درجہ ہے وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ ناسخ و منسوخ میں تمیز کرسکتا ہے اور اس کے ساتھ کلماتِ علماء کو بدلنا، گھٹانا، بڑھانا، مغالطہ عوام کو کچھ کا کچھ مطلب بنانا علاوہ ہے ایسا بے علم و کج فہم ہرگز فتوٰی دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اُس کے فتوٰی پر اعتماد ہوسکتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ الناس رءوسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔[1]

لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے مسئلے پُوچھے جائیں گے وُہ بغیر علم کے فتوٰی دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ بنائیں گے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کرے گا گمراہ ہوجائے گا نیز اُس کے اقوال و کلمات سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشاداتِ علماء کو کذب و بہتان بتاتا اور مذہب اہلِ حق کو ضلالت و فی النار بتاتا اور تمام کتبِ فقہ کو مہمل و بیکار ٹھہراتا ہے اُس نے اپنی توبہ توڑی اور قدیمی وہابیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہئے کہ بحکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰
صحیح مسلم باب رفع العلم وقبضہ الخ " نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۰

www.alahazratnetwork.org

اندیشہ ہے ایسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے گمراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سرِ نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانۂ ممتد گزرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبۂ دوم کا برخلاف توبۂ اول سچا ہونا ظاہر ہو تو اُس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے گا مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جہل زائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام سُنّی المذہب بحمد اللہ ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بدمذہبی یا گستاخی شانِ ائمہ و فقہاء و کتب فقہیہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے۔ اللہ عزوجل ضلال سے بچائے اور بطفیل خاکپائے بندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توفیقِ علم و عمل عطا فرمائے آمین آمین آمین والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و اٰلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ وجل مجدہ اتم واحکم کتبہ محمد المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

اور اللہ تعالٰی پاک و بلند زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم اور زیادہ محکم ہے۔ اس کو لکھا محمد المعروف حامد رضا بریلوی نے، اللہ تعالٰی اس کو اپنے پیارے اُمّی نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے معاف فرمائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص، باقی اس میں ناجائز، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں، مصنف "ضروری سوال" کی تحریروں سے اُس کی جہالت و بطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بنانا حلال نہیں، نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہیے کہ باذنہٖ تعالٰی مضرت دینی سے محفوظ رہیں،

وباللہ العصمۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ کی رحمت سے ہی حفاظت ہے اور اللہ تعالٰی سبحانہ زیادہ علم والا ہے۔ اس کو گنہگار بندے احمد رضا بریلوی نے لکھا اُسے حضرت محمد مصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۹۶: از رنگون گلی نمبر ۲۵، دکان نمبر ۵۴ مسئولہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین روز سے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی

سلطان کے واسطے دعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی ہے یہ امام صاحب کیسے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لایقنت فی غیرہ[1] غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے، مگر محققین شراح نے باتباع امام طحاوی وقت نازلہ وحدوث بلائے عام نمازِ فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے، اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "النھی الاکید عن الصلوۃ وراء التقلید" میں تحقیق کی ہے۔ت)

درمختار میں ہے: لایقنت لغیرہ الا لنازلۃ[2] (صرف مصیبت میں قنوتِ نازلہ پڑھے۔ت) غنیہ میں ہے: ھو مذھبنا وعلیہ الجمھور[3] (یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ت) ردالمحتار میں کلامِ امام طحاوی نقل کرکے فرمایا:

ھو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلوۃ الفجر دون غیرھا من الصلوۃ الجھریۃ والسریۃ[4]	یہ اس بات کی صراحت ہے کہ قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز کے لئے مختص ہے دوسری جہری یا سری نمازوں میں نہیں۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

امام کو چاہئے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی میں پڑھیں، ہاں اگر امام قنوت بآواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر بآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہ جہرِ آمین نماز میں مکروہ ہے، پھر علماء کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے، اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہئے۔ ردالمحتار میں ہے:

ھل المقتدی مثلہ ام لا وھل القنوت قبل الرکوع	کیا قنوتِ نازلہ پڑھنے میں مقتدی بھی امام کی طرح پڑھے یا نہیں، اور کیا قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے

---

[1] کنز الدقائق	باب الوتر والنوافل	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۴۱
[2] الدر المختار	" " " "	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۹۴
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی	صلوۃ الوتر	" سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۴۲۰
[4] رد المحتار	باب الوتر والنوافل	" مصطفی البابی مصر	۱/۴۹۶

اوبعدہ لعارہ والذی یظھرلی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جھرفیؤمن وانہ یقنت بعدالرکوع ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظھر الحموی انہ قبلہ والاظھر ماقلناہ واللہ تعالٰی اعلم[1]

اقول بل الاحق بالقبول ماقال السید الحموی لقول الفتح ولماترجح ذلک خرج مابعد الرکوع من کونہ محلاللقنوت اھ وقال ایضا وھذا تحقیق خروج القومۃ عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتربعد الرکوع فانہ یتابعہ اتفاقا[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

یا بعد میں، مجھے یہ تفصیل نظر نہیں آئی، مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے لیکن جب امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ آمین کہے، اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے' اس کے بعد مجھے شرنبلالی کا قول مراقی الفلاح میں ملا جس میں انھوں نے رکوع کے بعد کی تصریح کی ہے اور حموی نے رکوع سے قبل کو ظاہر قرار دیا لیکن زیادہ واضح یہی ہے جو میں نے کہا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ــــ بلکہ حموی کا قول زیادہ مقبول ہو کیونکہ فتح القدیر کا قول یہ ہے کہ "جب رکوع سے قبل کو ترجیح ہے تو رکوع کے بعد قنوت کا محل نہ رہا" اھ' اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ قومہ کلیۃً قنوت کی محلیت سے باہر ہے تحقیق یہی ہے' ہاں اگر کوئی ایسے امام کی اقتدا میں ہے جو رکوع کے بعد وتر میں قنوت پڑھتا ہے تو نمازی کو چاہئے کہ وہ اس امام کی اتباع کرے اس میں اتفاق ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۰۹۷: از کراچی گاڑی کھاتہ حافظ مولینا نمیمن محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا حنفی امام نمازِ فجر میں دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو بآوازِ بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے **ولا یقنت فی غیرہ** (غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ت) مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون و وبا وغیرہ، تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نمازِ فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے **کما فصلناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۸: سائل مذکور الصدر

حنفی امام بسم اللہ و آمین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو شافعی

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹۶
[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۴

طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ یہ[۲] فعل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگانہ حالتیں مثلاً کوئی رکوع میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں تھا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) بے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتداء نہ کریں۔

(۲) جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہولیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہوا اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی اور اُس میں جو بدنظمی ہوئی اُس کا وبال امام کے سر ہے، ائمہ دین نے تو جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعثِ وحشت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بعدِ ختمِ نماز ہے نہ کہ عین وسطِ نماز میں، بے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعثِ فتنہ ہے نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۰۹۹: از کراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام حنفی المذہب در وقت حدوث حادثہ و نازلہ طاعون و وبا در رکعت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ دافع الوبا سہ روز یا ہفت روز خواند آیا دریں صورت ایں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کسے ایں امام را بباعث مرتکب شدن فعل صدر وہابی و غیر مقلد خوانست پس حکم او چیست۔

کسی حادثہ یا طاعون کی وباء وغیرہ کے پھیلنے کے موقعہ پر حنفی امام فجر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت مرویہ اور اس کے ساتھ چند مزید عربی الفاظ جو دافع بلاء کے لئے تین یا سات روز پڑھے تو کیا یہ فعل جمہور احناف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص امام کے مذکور عمل کی بنا پر امام کو وہابی اور غیر مقلد کہہ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قنوت در نازلہ محققین حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل بروئیچ علاقہ بوہابیت

حنفی محققین مثلاً امام طحاوی، امام ابن ہمام وغیرہما بڑے حضرات نے مصیبت کے نزول پر قنوتِ نازلہ کے عمل کا اثبات کیا ہے، اور اس معاملہ میں وہابیت

وغیر مقلدی ندارد و ہر کہ باین طعنہ زند جاہل ست تفہیم باید کرد آنجا کہ مجمع ہجو عوام باشد اقدام باین کار نباید کرد کہ باعث تنفیر و فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا[1] ائمہ منع فرمودہ اند کہ پیش جہال قراءتہائے کہ گوش او باو آشنا نیست نخوانند تا منجر بفتنہ ایشاں نشود اگرچہ ہمہ قراءتہا یقیناً حق ست کما فی غنیۃ العلامۃ ابراھیم الحلبی وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

اور غیر مقلدیت کا کوئی دخل نہیں، جو یہ طعنہ دے وُہ جاہل ہے اسے سمجھانا چاہئے، اور عوام کے مجمع میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں نفرت پیدا کرے اور غیبت بنے، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے نفرت کی بجائے خوشی کا سامان بنو۔ اسی لئے ائمہ کرام نے ایسی قرارت جو لوگوں میں معروف و مانوس نہیں ہے پڑھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں شکوک وشبہات کا فتنہ نہ بنے اگرچہ تمام قراءات برحق ہیں، جیسا کہ علامہ ابراہیم حلبی کی غنیہ وغیرہا میں ذکر فرمایا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۰ تا ۱۱۰۲ از بمبئی ۳ مسئولہ محمد سعد اللہ گلی خطیب زکریا مسجد ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

ماقولکم دام فضلکم (علمائے کرام اللہ تعالٰی تمہارے فضل وکرم کو قائم ودوام فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) نظر بمصائب حاضرہ جنھوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانانِ عالم کو گھیر رکھا ہے بعض مفتیین جہری فرض نمازوں میں بآواز بلند قنوت خوانی کا فتوٰی دیتے ہیں نمونتاً فتوٰی مولوی کفایت اللہ دہلوی کا لفافہ ہذا ہے علمائے احناف اہلسنّت کے نزدیک:

(۱) وقت نازلہ قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں؟

(۲) بعد سمع اللہ لمن حمدہ ہاتھ اٹھا کر بجہر پڑھی جائے یا کس طرح؟

(۳) یہ وقت اس کا متقضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے؟ بینوا اجرکم اللہ

الجواب

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شراح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہئے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) اس ہندوستان میں اسلام اس وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالٰی اعلم

www.alahazratnetwork.org

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

وہ رکعت ثانیہ میں بعد قراءت ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰۳ ازدھامپور محلہ موچیاں ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور مسئولہ غلام محمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گمرہان دام افضالہٗ بعد ادائے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھامپور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کرکے کھڑے ہوجاتے ہیں اور امام صاحب دُعا باٰواز بلند پڑھتا ہے اور مقتدی باٰواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہٗ سجدہ میں جا کر سلام پھیرتے ہیں۔ عالی جاہ! ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز؟ یا کہ کسی صاحب نے یا کہ امامین میں سے کسی نے پڑھی ہے؟ اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہوجاتی ہے؟ ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شراح نے اجازت دی ہے اُس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے:

اوّل بعد رکوع ہمارے نزدیک محلِ قنوت ہی نہیں کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

دوم امام کا جہر سے دُعا پڑھنا مخالف قرآن کریم و مذہب حنفی ہے۔

سوم یونہی مقتدیوں کا آمین بالجہر۔

چہارم قنوتِ نازلہ ہمارے یہاں صرف نمازِ فجر میں ہے اور بعض کتب میں نمازِ جہر واقع ہوا، پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کرلیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہہ ہُوا وہ مذہب میں صاحب قول نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۴ و ۱۱۰۵ از کوہ کسوٹی کمسریٹ روٹی گودام مسئولہ عبداللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سُنا کرتا ہوں کہ:

(۱) اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز رواجاً پڑھی جارہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہوجائے گا، نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرضی نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب۔ سخت حیرت اور تعجب کا مقام، میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنیٰ، اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے۔

(۲) اس خادم کی نظر سے ربع اول مظاہر حق " جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مندرجہ ذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بفرمانِ ربّی اس کو ترک کردیا، فصل اول کتاب مذکور:

وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لاحد قنت بعد الرکوع فربما قال اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اللھم انج الولید وسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعۃ اللھم اشدد وطأتک علی مضر سنین کسنی یوسف یجھر بذلک وکان یقول فی بعض صلوتہ اللھم العن فلانا وفلانا لاحیاء من العرب حتی انزل اللہ لیس لک من الامر شیئ الایۃ متفق علیہ وعن عاصم الاحول قال سئلت عن انس بن مالک عن القنوت فی الصلوٰۃ کان قبل الرکوع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دعا فرمانے کا ارادہ فرماتے تو کبھی رکوع کے بعد سمع اللہ کہہ کر یوں فرماتے: اے اللہ! ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت پکڑ ان پہ قحط نازل فرما جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا، اور یہ بددعا بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آپ کسی نماز میں یوں پڑھتے: اے اللہ! فلاں و فلاں پر لعنت فرما۔ اس سے مراد عرب کے بعض قبائل مراد ہوتے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے پیارے حبیب! یہ معاملہ آپ کے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور حضرت عاصم احول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

www.alahazratnetwork.org

اوبعدہ قال قبلہ انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد الرکوع شھرا انہ کان بعث اناسا یقال لھم القراء فاصیبوا فقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد الرکوع شھرا یدعوا علیھم متفق علیہ فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھرا متتابعا فی الظھر والعصر والمغرب والعشاء وصلٰوۃ الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ من الرکعۃ الاخیرۃ یدعو علی احیاء من بنی سلیم، رعل وذکوان وعصیۃ ویؤمن من خلفہ رواہ ابوداؤد، وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت شھرا ثم ترکہ۔ رواہ ابوداؤد والنسائی۔

کہ کیا نماز میں قنوت رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں، تو انھوں نے فرمایا پہلے تھی۔ حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کیونکہ آپ نے قراء کی ایک جماعت کو تعلیم کے لئے بھیجا تو ان کو راستہ میں شہید کر دیا گیا، تو اس واقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد قاتلین پر بددعا فرمائی (متفق علیہ) کتاب مذکور کی دوسری فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور جب نماز کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس وقت عرب کے قبائل بنی سلیم، رعل، ذکوان اور عصیہ پر بددعا فرماتے اور مقتدی آمین کہتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ قنوت ایک ماہ پڑھ کر پھر چھوڑ دی، اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آمین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آمین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آمین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس بستی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے، مذہب حنفی کے سب پیرو ہیں، امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادا میں اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائیگا اُس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے بسبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لئے ایسا نادرشاہی حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کہ "زبردست مارے رونے نہ دے"، اور "حنفیہ قہر درویش برجان درویش" کے مصداق

ہو رہے ہیں۔ والسلام

الجواب

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ وتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں، تنویر الابصار وغیرہ میں ہے:
ولایقنت فی غیرہ[1] (غیر میں قنوت نہ کرے۔ت) مگر امام طحاوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لئے بھی قنوت جائز رکھی، اسی بارے میں حدیث ہے:

قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہرا علی عدۃ قبائل من الکفار[2]۔ (حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عرب کے چند قبائل کے خلاف قنوت ایک ماہ پڑھی۔ت)

اس کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون ووبا یا غلبۂ کفار والعیاذ باللہ تعالٰی اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلوۃ الجھر فمصحف من صلوۃ الفجر (جو بعض کتب میں آیا ہے کہ جہر والی نماز تو یہ "جہر" بدل گیا ہے اصل فجر ہے۔ت) اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قراءت قبل رکوع ہو لان مابعد الرکوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الفتح (کیونکہ رکوع کے بعد قنوت کا محل نہیں ہے جیسا کہ محقق نے اسے فتح میں ثابت کیا ہے۔ت) اور امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں لانہ دعاء وسنۃ الدعاء الاخفاء (کیونکہ وہ دعا ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء ہے۔ت) جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

(۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اس کا جنازہ نہ اٹھائیں، یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اللہ ورسول پر افترا۔ اور نئی شریعت دل سے گھڑنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور بحکم ظواہر احادیث خود کافر بننا ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد باء بہ احدھما (رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں میں سے ایک اس کو اپنے پر وارد کرے گا۔ت) اور آمین بالجہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں، ہاں شراح وقت نازلہ قنوت اسی طریقہ پر روا رکھتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی[3] (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ

[1] کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۱
[2] شرح معانی الآثار باب القنوت فی صلوۃ الفجر وغیرہا " " " ۱/۱۲۸
[3] سنن الدارقطنی باب فی ذکر بالاذان والامامۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۲۷۳

والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ت) اور ترک دعا بوجہ قضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی ممانعت نفسِ دُعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰۶ از دمن قریب سورت بخدمت جناب مولٰنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالٰی) وازانجا بغرض تحقیق نزد فقیر ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کسی مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرائض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں؛ خاص کر ایام وبائے طاعون میں اور اُس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخری رکعت میں قبل رکوع کے یا قومہ میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام بآواز بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اللھم لک الحمد (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے۔ ت) عامہ بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ وتر ارشاد ہوا،

لایقنت فی غیرہ[1] وکذا صرحوا ان المأموم لایتبع امامہ القانت فی الفجر وعللوہ بانہ منسوخ وانہ محدث[2]

غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی اس امام کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے پیروی اس معاملہ میں نہ کریں، اور انھوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ منسوخ ہے لہذا یہ نئی چیز ہے۔ (ت)

اور محققین شراح مثل امام ابن الہمام وعلامہ سروجی وامام عینی شارحین ہدایہ وعلامہ شمنی شارح نقایہ وعلامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ وعلامہ زین بن نجیم شارح کنز وعلامہ شرنبلالی شارح نور الایضاح وعلامہ علائی شارح تنویر وعلامہ سید حموی شارح اشباہ وعلامہ نوح آفندی وعلامہ سید ابوالسعود ازہری محشی کنز وعلامہ سید محمد شامی محشیان در وغیرہ بہ تبعیت امام اجل حافظ الحدیث ابوجعفر طحاوی ہنگام نزول نوازل مثل طاعون وغیرہ (والعیاذ باللہ تعالٰی) صرف نماز فجر میں تجویز قنوت کی تنقیح وتنقید اور اطلاق متون کی اس سے تقیید فرماتے ہیں غنیہ المستملی و مراقی الفلاح وغیرہما میں ہے:

وھو مذھبنا وعلیہ الجمھور[1] اھ وقد صح

یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اس کے قائل ہیں اھ

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[2] غنیۃ المستملی صلوٰۃ الوتر " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

به الحدیث فی الصحیحین وغیرهما عن انس وابی هریرة وغیرهما رضی الله تعالٰی عنهم قالوا وهو محمل ماروی [illegible] الفاروق والمرتضٰی ومعٰویة وغیرهم رضوان الله تعالٰی علیهم، قلت ولیست المسئلة مما تجری فیه المماکسة۔

اور اس بارے میں صحیح حدیث بخاری اور مسلم وغیرہما میں موجود ہے اور وہ حضرت انس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے اور حضرت امیر المومنین [illegible] وغیرہم رضی اللہ عنہم کا قنوت کے بارے میں عمل اس حدیث کے مطابق تھا، میں کہتا ہوں یہ وہ مسئلہ نہیں جس میں جھگڑا پایا جائے۔ (ت)

پھر بر تقدیر قنوت بلاشبہہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ المجیب نے اختیار فرمائی کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں۔

اقول وما وقع من الخلف بین ائمتنا الکرام ومشائخنا الاعلام فی قنوت الوتر هل یجهر به ام یسر وهو المختار، کما فی الهدایة وهو الاصح، کما فی المحیط والصحیح، کما فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں وهل یؤمن المأموم ام یقنت وهو الصحیح المختار، کما فی المحیط والشرح المذکور وغیرهما فانما منشؤه ان لقنوت الوتر اللّٰهم انا نستعینك الخ شبهة القراٰن علی ما ذکروه فکما یجهر للامام بالقراٰن فکذا بما فیه شبهته وکما لایقرؤ المؤتم القراٰن فکذا ماله شبهته کما قرره فی الحلیة والغنیة والبحر وغیرها

اقول ہمارے ائمہ کرام سے متاخرین اور ہمارے مشائخ عظام نے وتر کی قنوت کے بارے بحث میں جو فرمایا کہ یہ قنوت جہر پڑھی جائے یا آہستہ، تو آہستہ پڑھنا ہی مختار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے جیسا کہ محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور یہ کہ کیا مقتدی صرف آمین کہیں یا وہ بھی قنوت پڑھیں؟ تو ان کا قنوت پڑھنا صحیح ومختار ہے جیسا کہ محیط اور مذکور شرح وغیرہما میں ہے۔ اور اس بات کی وجہ یہ ہے کہ قنوتِ وتر جو کہ اللّٰهم انا نستعینك الخ ہے کی قرآن سے مشابہت ہے جیسا کہ فقہاء نے بیان کیا ہے۔ لہذا جس طرح قرآن کا جہر کرتا ہے اسی طرح قرآن کے مشابہ چیز کا بھی امام جہر کرے اور جس طرح مقتدی قرآن کی قراءت نہیں کرتا اسی طرح قرآن کی مشابہت والی چیز کی بھی مقتدی قراءت نہ کرے جیسا کہ حلیہ، غنیہ، بحر وغیرہا میں تقریر کی گئی ہے

www.alahazratnetwork.org

ولاکذٰلك قنوت النوازل وانما ھو دعاء محض فیشترك فیه الامام و الماموم ویخفیانه کسائر الادعیة فانه ھوالمندوب الیه فی الدعاء۔

جبکہ قنوت نوازل کا یہ مقام نہیں ہے وہ تو محض دعا ہے جس میں امام اور مقتدی مساوی شریک ہیں لہذا دونوں اس کو آہستہ پڑھیں گے، جس طرح تمام دعاؤں میں مستحب یہ ہے کہ آہستہ پڑھا جائے (ت)

مگر اخفاء واجب نہیں کہ جہر گناہ ہو،

وقد صرحوا بانه اذا جھر سھوا بشیئ من الادعیة والاثنیة لایجب علیه السجود[1] کما فی ردالمحتار ولو وجب لوجب کما لایخفی۔

جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر کوئی شخص بھول کر کوئی دعا وثناء جہر سے پڑھے تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور اگر قنوت نازلہ یا دعا کا اخفاء واجب ہوتا تو اس کے جہر سے سجدۂ سہو واجب ہوتا جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

پھر اگر امام جہر کرے تو بنظر حشمت امامت مقتدیوں کا اُس کی دُعا پر آہستہ آمین کہنا ہی اُس سے جُدا اپنی اپنی متفرق دعا میں مشغول ہونے سے اولٰی ہے کما استظھرہ العلامۃ الشامی (جیسا کہ علامہ شامی نے اس کو ظاہر قرار دیا ہے۔ ت) رہا یہ کہ قول بقنوت نازلہ پر اس کا محل قبل رکوع ہے یا بعد، مشائخ مذہب و علمائے متقدمین سے اس باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی، علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر، علامہ شامی نے اسی کو اظہر کہا، علامہ سید حموی نے فرمایا، قبل رکوع چاہئے، علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا۔ علامہ طحطاوی نے فرمایا، مقتضائے نظر تخییر ہے چاہے قبل پڑھے یا بعد۔ شرح نورالایضاح میں ہے:

قال الامام ابوجعفر الطحاوی رحمه اللّٰه تعالٰی انما لایقنت عندنا فی الفجر من غیر بلیة فان وقعت فتنة اوبلیة فلاباس به فعله رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ای بعد الرکوع کما تقدم[2]۔

امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک کسی مصیبت و بلاء کے نزول کے بغیر فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی فتنہ یا بلاء واقع ہوئی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے یعنی رکوع کے بعد پڑھے، جیسا کہ پہلے گزرا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۸۲

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۷

فتح اللہ المعین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے:

ظاھرہ انہ لوقنت فی الفجر لبلیۃ انہ یقنت قبل الرکوع[1]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نزولِ بلاء کے موقعہ پر قنوت پڑھے تو رکوع سے قبل پڑھے۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی میں ہے:

قال الحموی وینبغی ان یکون القنوت قبل الرکوع فی الرکعۃ الاخیرۃ ویکبرلہ[2]

حموی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے قنوت آخری رکعت کے رکوع سے قبل پڑھے اور اس کے لئے تکبیر بھی کہے۔ (ت)

قول شرنبلالی ای بعد الرکوع (یعنی بعد رکوع۔ ت) پر لکھا: ھذا یخالف ماقدمناہ عن الحموی[3] (یہ حموی سے مروی کے خلاف ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے:

الذی یظھرلی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جھر فیؤمن وانہ یقنت بعد الرکوع لا قبلہ بدلیل ان ما استدل بہ الشافعی علی قنوت الفجر وفیہ التصریح بالقنوت بعد الرکوع حملہ علماؤنا علی القنوت للنازلۃ ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظھر الحموی انہ قبلہ والاظھر ماقلناہ[4]

میرے نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ مقتدی بھی امام کی پیروی میں پڑھے لیکن اگر امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو پھر مقتدی صرف آمین کہے اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، پہلے نہ پڑھے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فجر میں قنوت پڑھنے پر استدلال کیا ہے، اس حدیث میں بعد از رکوع کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں بعد از رکوع قنوت کو قنوت نازلہ پر ہمارے علماء نے محمول کیا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں بعد از رکوع کی تصریح کی ہے اور حموی نے قبل از رکوع کو ظاہر قرار دیا ہے جبکہ زیادہ واضح وہ ہے جو میں نے کہا ہے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین — باب الوتر والنوافل — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۲۵۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح — باب الوتر — " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۲۰۶

[3] " " " " " " " — ۲۰۷

[4] رد المحتار — مطلب فی القنوت للنازلۃ — " مصطفی البابی مصر — ۱/۴۹۶

alahazratnetwork.org

طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

قلت قد ورد فعله قبله وبه قال الامام مالك وبعده وبه قال الامام الشافعي فمقتضى النظر التخيير وذكر الشرنبلالي انه يقنت بعد الركوع[1]

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل قبل از رکوع کے بارے میں مروی ہے یہ امام مالک کا قول و مسلک ہے، اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل بعد از رکوع مروی ہے، اور یہ امام شافعی کا قول و مسلک ہے، غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار رہے، اور شرنبلالی نے بعد از رکوع کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے

فليس اختلاف المجتهدين قاضيا بالتسوية عندنا اذا كان احد القولين اليق بمذهبنا واوفق باصولنا۔

ہمارے نزدیک مجتہدین کے اختلاف کا مطلب دونوں طرح کی مساوات نہیں ہے جبکہ ہمارے مذہب اور ہمارے اصول کی ایک قول تائید کرتا ہے تو وہ راجح ہے۔ (ت)

اور فقیر کے نزدیک اقرب و انسب وہ ہے جو علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

لما ترجح ذلك خرج ما بعد الركوع من كونه محلا للقنوت فلذا روی عن ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی انه لو سهى عن القنوت فتذكره بعد الاعتدال لا يقنت[2]

جب قبل از رکوع قنوت پڑھنا ترجیح پاچکا ہے تو اب رکوع کے بعد قنوت کا محل ختم ہوگیا اسی لئے امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از رکوع قنوت پڑھنے کو بھول جائے اور رکوع سے کھڑا ہوجائے تو اب یاد آنے پر قنوت نہ پڑھے۔ (ت)

ہاں اس میں شک نہیں کہ برتقدیر قنوت نوازل مقتدی قبلیت و بعدیت میں اتباع امام کرے گا اور اگر امام بعد رکوع پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا

فانه اذا كان يتابعه فى قنوت الوتر بعد الركوع مع نص المذهب انه قبل الركوع فهذا اولٰى۔

کیونکہ جب وتر کی قنوت میں مقتدی رکوع کے بعد پڑھنے میں امام کی پیروی کرسکتا ہے حالانکہ ہمارے مذہب میں قبل از رکوع قنوت پر تصریح موجود ہے تو اس قنوت نازلہ میں بطریق اولٰی امام کی پیروی کرسکتا ہے (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۸۱

[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۲

فتح القدیر میں ہے:

هذا یحقق خروج القومة عن المحلیة بالکلیة الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الرکوع فانه یتابعه اتفاقا [1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ قومہ قنوت کے محل سے خارج ہے مگر جب ایسے امام کی اقتداء کی ہو جو وتروں میں بعد از رکوع قنوت پڑھنے کا قائل ہو تو پھر امام کی پیروی کرے، باتفاق یہ حکم ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفعِ طاعون و وباء کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وقتِ نزولِ نوازل وحلولِ مصائب اُن کے دفع کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا احادیثِ صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اس کی مستمر غیر منسوخ۔

روی الامام البخاری والامام مسلم فی صحیحیهما والحافظ النسائی فی سننه واللفظ للبخاری قال اخبرنا احمد بن یونس ثنا زائدة عن التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه قال قنت النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شهرا یدعو علی رعل وذکوان [2] ولفظ المسلم من طریق المعتمر عن سلیمٰن التیمی عن ابی مجلز عن انس ابن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شهرا بعد الرکوع فی صلٰوۃ الصبح یدعوا علی رعل و ذکوان ویقول عصیة عصت اللہ ورسوله [3] وفی صحیحه

www.alahazratnetwork.org

بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں اور حافظ نسائی نے اپنی سنن میں اور بخاری کے الفاظ ہیں، احمد بن یونس نے خبر دی کہ زائدہ نے تیمی اور انھوں نے ابو مجلز سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قنوت پڑھتے ہوئے رعل اور ذکوان پر ایک ماہ بددعا فرمائی، اور مسلم نے معتمر عن سلیمٰن التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، یہ الفاظ کہے، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ایک ماہ فجر کی نماز میں رکوع کے بعد رعل، ذکوان اور عصیہ کے خلاف قنوت کے ذریعہ بددعا فرمائی اور فرمایا عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور امام مسلم کی صحیح میں بھی یہ ہے کہ محمد بن

---

[1] فتح القدیر — باب الصلٰوۃ — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۳

[2] صحیح بخاری — کتاب المغازی — باب غزوۃ الرجیع الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۷

[3] صحیح مسلم — باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۷

ایضاحد ثنا محمد بن مھران الرازی فذکرباسنادہ عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ حدثھم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت بعد الرکعۃ فی صلوٰۃ شھرا ، اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ یقول فی قنوتہ اللھم انج الولید بن الولید، اللھم نج سلمۃ بن ھشام ، اللھم نج عیاش بن ابی ربیعۃ، اللھم نج المستضعفین من المؤمنین ، اللھم اشدد وطأتک علٰی مضر، اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف ، قال ابوھریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترک الدعاء بعد ، فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد ترک الدعاء لھم ، قال فقیل وما تراھم قد قدموا۔[1]	مہران نے اپنی سند کے ساتھ ابوسلمہ سے انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر قنوت پڑھی اور قنوت میں یہ پڑھا اے اللہ! نجات دے ولید کو، اے اللہ نجات دے سلمہ بن ہشام کو، اے اللہ نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو، اے اللہ نجات دے ضعیف مومنوں کو، اے اللہ! اپنی سخت پکڑ فرما مضر پر، اے اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جتنے سال یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے بددعا چھوڑ دی تو میں نے دل میں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا چھوڑ دی اور کہا کہ مجھے کہا گیا کہ وہ حفاظ آگئے تمھارا کیا خیال ہے۔ (ت)

عبدالرزاق، حاکم، دارقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا۔[2]	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ قنوت تاحیات پڑھتے رہے۔ (ت)

یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر بر خلاف شافعیہ کہ انھیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں صریح نوازل میں وارد اُن پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد دواماً قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہوجاتی بوجہ ارتفاع ضرورت ترک فرماتے اور مشروعیت

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۶

[2] المصنف لعبدالرزاق باب القنوت حدیث ۴۹۶۴ " المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۱۰
سنن الدارقطنی باب صفۃ القنوت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۹

www.alahazratnetwork.org

اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح جیسا کہ اشباہ و درمختار و بحرالرائق و غایۃ و ملتقط و سراج و ہاج و شرح نقایہ شمنی و فتح القدیر ابن الہمام و کلام رئیس الحنفیہ امام ابوجعفر بن سلامہ طحاوی وغیرہ سے ثابت، متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا شارحین کرام نے قنوت نازل کو اس سے استثنا فرمایا۔

فی الدرالمختار ولا یقنت فی غیرہ الالنازلۃ فیقنت الامام فی الجھریۃ وقیل فی الکل[1] وفی البحرالرائق فی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجھر وھو قول الثوری واحمد، وقال جمہور اھل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلھا[2] وفی الاشباہ والنظائر فائدۃ فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنہ فی طاعون سنۃ تسع وستین وتسعمائۃ بالقاھرۃ، فاجبت بانی لم ارہ صریحا، ولکن صرح فی الغایۃ وعزاہ الشمنی الیھا بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر وھو قول الثوری واحمد، وقال جمہور اھل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلھا انتھی' وفی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلۃ مستمرۃ لم تنسخ، وبہ قال جماعۃ من اھل الحدیث وحملوا علیہ حدیث ابی جعفر

درمختار میں ہے کہ غیر وتر میں صرف قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے اور قنوت نازلہ امام جہری نماز میں پڑھے، اور بعض نے کہا تمام نمازوں میں پڑھے، اور بحرالرائق میں ہے کہ شرح نقایہ میں غایہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور محدثین نے کہا کہ قنوتِ نازلہ تمام نمازوں میں جائز ہے اور الاشباہ والنظائر ــــــ "طاعون کو ختم کرنے میں دعا کا فائدہ" ہے، قاہرہ میں ۹۶۹ھ میں طاعون کے موقع پر مجھ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا کہ میں نے صریح طور پر اس بارے میں نہیں دیکھا لیکن غایہ میں تصریح ہے کہ شمنی نے اس بات کو صاحبین کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور اہلحدیث نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں قنوت جائز ہے انتہی' اور فتح القدیر میں ہے قنوتِ نازلہ جاری ہے منسوخ نہیں ہے اور اہل حدیث کی جماعت کا یہ قول ہے اور انھوں نے ابوجعفر کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۹۴

[2] بحرالرائق شرح کنزالدقائق | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۴۴

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما مازال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقنت حتی فارق الدنیا ای عند النوازل، وما ذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقررہ لفعلھم ذلک بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد قنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم مسیلمۃ الکذاب وعند محاربۃ اھل الکتب، وکذلک قنت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذلک قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربۃ معاویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما، وقنت معاویۃ فی محاربتہ رضی اللہ تعالٰی عنہما انتھی، فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولا شک ان طاعون من اشد النوازل، قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتھی، وذکر فی السراج الوھاج قال الطحاوی ولا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا باس بہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ قنت شھرا فیھا یدعو علی رعل وذکوان وبنی لحیان ثم ترکہ کذا فی الملتقط[1] انتھی (ملتقطا)۔

www.alahazratnetwork.org

مروی حدیث اسی معنی پر محمول کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تاحیات قنوتِ نازلہ مصیبت پر پڑھتے رہے۔ اور خلفاء کے عمل کے بارے میں جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ عمل جاری رکھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسیلمہ کذاب سے صحابہ کی جنگ اور اہل کتاب سے جنگ میں قنوت پڑھی، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھی اور ایسے ہی علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے دوران پڑھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنگوں کے دوران قنوت پڑھی انتہی پس قنوتِ نازلہ ہمارے ہاں مصیبت کو ختم کرنے کے لئے دعا کے طور پر ثابت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی بڑی مصیبت ہے، اور مصباح میں فرمایا کہ نازلہ، لوگوں پر شدید مصیبت کے نزول کو کہتے ہیں انتہی، اور سراج الوہاج میں ذکر ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ نزولِ مصیبت کے بغیر نمازِ فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مصیبت نازل ہو تو ہمارے نزدیک قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ قنوت پڑھی اور اس میں رعل، ذکوان اور بنو لحیان پر بددعا فرمائی اور پھر آپ نے ترک کر دی۔ ملتقط میں اسی طرح ہے انتہی ملتقطا۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث فائدۃ فی الدعاء لرفع الطاعون ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۶۱ و ۲۶۲

یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ وحنفیہ دربارہ قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون ووبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے عموم میں داخل کما مر من الاشباہ (جیسا کہ اشباہ سے گزرا۔ت) پس اگر امام دفع طاعون ووبا کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز ومشروعیت میں کوئی شبہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۷: ۸ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وُہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو آخیر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اُسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں،

فی الدر اما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط[1] اھ فی رد المحتار لانہ اٰخر صلٰوتہ ومایقضیہ اولھا حکما فی حق القراءۃ وما اشبھھا واذا وقع قنوتہ فی موضعہ بیقین لایکرر لان تکرارہ غیر مشروع شرح المنیۃ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

دُر میں ہے کہ مسبوق (جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ جائے) صرف امام کے ساتھ قنوت پڑھے اھ۔ ردالمحتار میں ہے کیونکہ امام کے ساتھ اس کی نماز کا آخری حصہ ہے اور جس کو قضا کر رہا ہے وہ قراءۃ وغیرہ کے اعتبار سے حکماً نماز کا اول ہے، اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں ادا ہوچکی ہے تو اس کا تکرار نہ کیا جائے کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں، شرح منیہ اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۸: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

دو سہ مردم درآں مسجد کہ امام بجماعت تراویح مشغول تام ست حاضر گردیدند آنہا نماز فرض بجماعت ادا نمایند یا جداگانہ خوانند علی جماعت تراویح شوند وبازو تر

دو تین آدمی مسجد میں آئے تو امام نماز تراویح میں مصروف تھا، کیا یہ آنے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی بمصر ۱/۴۹۶

www.alahazratnetwork.org

راہمراہ امام بجا آرند یا تنہا چراکہ امام را بجماعت فرض نیافتہ، بینوا توجروا

تراویح کی جماعت میں شامل ہوں، اور کیا یہ لوگ وتر امام کے ساتھ جماعت سے ادا کریں یا اس امام کی جماعت کے ساتھ فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے وتر علیحدہ پڑھیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعۃ انما یمنع اقامۃ جماعۃ اخری فی زمانھا ومکانھا اذا کانت الاولی داعیۃ لکل من یأتی الی الدخول فی نفسھا وجماعۃ التراویح لا تدعو من لم یصل الفرض الی الدخول فیھا فان الصحیح المعتمد بطلان التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام فی التراویح یصلی فرض العشاء اولا ثم یتابعہ۱؎ پس آنانکہ از پس رسیدند چوں شرعاً مامورند باداے فرض پیش از تراویح چرا ممنوع باشد از جماعت حالانکہ چوں امام در تراویح ست محراب مشغول باشد پس عدول ازوکہ مبدل ہیأت وبر مذہب صحیح ومفتی بہ نافی کراہت ست کما نص علیہ فی مواضع من رد المحتار اینجا خود حاصل ست پس برمذہب صحیح ایناں را ہیچ مانع از اقامت جماعت نیست آرے ہر قدر کہ توانند دور از جماعت قوم جماعت فرض برپا کنند تاہم خویشتن از التباس اشغال واشتغال بال ایمن باشند وہم براہل تراویح

تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع نہیں ہے کیونکہ دوسری جماعت کے لئے وہ موجودہ جماعت مانع ہوتی ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے یہ پہلی موجودہ جماعت اپنے اندر داخل ہونے کی داعی ہو، جبکہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کو جنہوں نے فرض نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ موجودہ جماعتِ تراویح داعی نہیں ہے کہ اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرض ادا کرنے سے قبل تراویح کا پڑھنا صحیح مذہب میں باطل ہے، اسی بناء پر جامع الرموز میں کہا ہے کہ جب کوئی ایک شخص جماعتِ تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو پہلے عشاء کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح کی جماعت میں شریک ہو، پس بعد میں آنے والے لوگ جب اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پہلے فرض ادا کریں اور بعد میں تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی جماعت کرانے میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام تراویح پڑھاتے ہوئے محراب میں ہے تو بعد میں آنے والے اپنی جماعت کو محراب سے ہٹ کر کرائیں گے جس سے پہلی جماعت کی ہیئت تبدیل ہوجائے گی اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہوجائیگی جیسا کہ ردالمحتار

www.alahazratnetwork.org

۱؎ جامع الرموز الوتر والنوافل مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۱۴

خصوصًا امام تالی قرآن تلبیس نماید هذا کله مما لا یخفی علی من له مساس بالفقه۔ باز آنکس کہ فرض بجماعت گزاردہ است خواہ خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ او را میرسد کہ در وتر بایں امام اقتدا کند آرے ہر کہ فرض بہ تنہائی ادا نمود او را در وتر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در رد المحتار فرمود لوصلاها (یعنی صلوٰة العشاء) جماعة مع غیرہ ثم صلی الوتر معه لا کراهة تأمل[1] ومن فقیر ایں مسئلہ را در فتاویٰ خودم ہر چہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہوگئی تو ان لوگوں کی جماعت کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں ممکن حد تک ان کو چاہیے کہ تراویح کی جماعت سے دُور اپنی جماعت کریں تاکہ آپس میں قرأت اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہوسکے، نیز تراویح کے امام جو کہ تلاوت میں مصروف ہے کو اشتباہ سے بچایا جاسکے۔ فقہ سے مس رکھنے والے کو یہ تمام معاملہ معلوم ہے، اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے ادا کر چکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے، ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو وتر اکیلے پڑھنے چاہئیں۔ علامہ شامی نے ردمحتار میں فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی ہو تو وہ بلا کراہت اس امام کے ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے غور کیجئے، جبکہ اس فقیر نے اس مسئلہ کو ہمہ پہلو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاویٰ میں بیان کردیا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۱۰۹: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ
۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

بقلم خجستہ رقم عبارت فتاویٰ صاحب چنیں ترقیم آمدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجماعت گزاردہ است خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ او را میرسد کہ در وتر اقتدا بکند آرے ہر کہ فرض بہ تنہائی ادا نمود او را در وتر ہم منفرد باید بود بدیں طور علامہ شامی در رد المحتار فرمودہ است فقط صاحبها

آپ کے مبارک قلم سے فتویٰ یوں جاری ہوا ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز یعنی فرض جماعت سے پڑھ چکا ہے خواہ خود امام بنا یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھ چکا ہو اس کو اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنے کا اختیار ہے، ہاں جو شخص اکیلے فرض ادا کرے اس کو وتر بھی اکیلے پڑھنے چاہئیں

---

[1] رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۴

درفوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروزپوری کہ فیروزپورہ از توابع ملک میوات ست وایں کتاب درعلم فقہ معتبرست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز فرض درجۂ واجب ست پس سبب سنت جماعت واجب را ترک نماید وسنت را ادا سازد کے روا بود بل لازم و واجب ست بعد ادائے نماز وتر تراویح باقیماندہ ادا کند اگرچہ بجماعت فرض بشمول نشدہ باشد ہمیں ست حکم کتب الفقہ ودر شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶ ودر طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ ودر درالمختار و تزکیۃ القیام مصنفہ مولنا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر را ضرور بجماعت ادا سازد فرض وتر را بجماعت ادا نمودن درست ست یا قطعی حکم ممانعت ست مطلع فرمایند وایں گستاخی کہ ازیں احقر البریہ رفتہ است معاف فرمایند وبخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ۔

www.alahazratnetwork.org

علامہ شامی نے ردالمحتار میں یونہی بیان کیا ہے فقط حالانکہ فوائد الاعمال جو کہ قاضی محمد تقی فیروزپوری کی تصنیف ہے اور فیروزپور میوات کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کتاب علم فقہ میں معتبر ہے، اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ فرض کے بعد واجب کا درجہ ہے لہذا سنت جماعت کی وجہ سے واجب کو یعنی وتر کو ترک کرنا اور سنت یعنی تراویح کو ادا کرنا کب جائز ہوسکتا ہے اس لئے لازم ہے کہ وتر باجماعت ادا کرکے باقی تراویح کو بعد میں پڑھے اگرچہ اس نے فرض اکیلے ہی پڑھے ہوں، یہی حکم کتب فقہ میں ہے اور شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶ اور طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ اور درمختار اور تزکیۃ القیام مصنفہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی میں لکھا ہے کہ اگرچہ فرض جماعت سے ادا نہ کئے ہوں تب بھی ضروری ہے کہ وتر جماعت سے ادا کرلے۔ اب سوال یہ ہے کہ فرض باجماعت ادا نہ کئے ہوں تب بھی وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہیں یا جائز نہ ہونے کا قطعی حکم ہے، مطلع فرمائیں، اس فقیر سے اگر گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت کے ڈر سے اصل عبارت موقوف کردی ہے (ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، مہربانا حکم مسئلہ ہماں ست کہ فقیر نوشت وانچہ از چار کتاب آوردہ اند کہ جماعت وتر مطلق ضروری ولابدی ست درسہ پیشین اعنی حاشیۂ شامی وطحطاوی ودرمختار زنہار ازیں معنی نشانے نیست و

اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما۔ میرے مہربان اس مسئلہ کا حکم وہی جو اس فقیر نے لکھا ہے، اور انھوں نے جن چار کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وتر کو جماعت سے پڑھنا مطلقاً ضروری ہے ان میں سے پہلی تین یعنی شامی، طحطاوی اور درمختار میں قطعاً اس مفہوم کا کوئی نشان تک نہیں ہے اور

تزکیۃ القیام را فقیر گاہے ندیدہ بلکہ نامش نشنیدہ ام اگر از تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست یقین دارم کہ ایں حکم درو ہرگز نباشد وچساں گمان بردہ آید کہ عالمے معتمد ہمچو شیخ مستند ایں چنیں کلامے بے سند بر خلاف اجماع رقم زند ضروری و لابدی بودنش در کنار علمارا اختلاف ست کہ افضل در وتر جماعت ست یا بخانۂ خویش تنہا گزاردن ائمۂ افتا ہر دو قول را تصحیح فرمودہ اند طرفہ آنکہ در مختار ہمیں قول اخیر یعنی افضلیت انفراد را مذہب قرار داد و شیخ محقق در ماثبت بالسنۃ ہموں را مختار گفت و آنانکہ افضلیت جماعت را مرجح داشتند سید نگاشتند کہ جماعت در وتر سنتے بیش نیست بلکہ سنیت او از سنیت جماعت تراویح نازل تر ست و در بحرالرائق وغیرہ ہمیں بلفظ استحباب تعبیر رفت۔ اینک عبارت در مختار هل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوهبانیۃ ما یقتضی ان المذهب الثانی و اقرہ المصنف وغیرہ[1] شیخ فرماید اختلفوا فی الافضل فقال بعضهم

تزکیۃ القیام نام کی کتاب اس فقیر نے نہ دیکھی نہ سُنی، اگر واقعی یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے تو پھر مجھے یقین ہے کہ اس کتاب میں یہ حکم ہرگز نہ ہوگا حضرت شیخ جیسے قابلِ اعتماد عالم کے بارے میں یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ایسی بے سند بات اور خلافِ اجماع تحریر کر دی ہے چہ جائیکہ انھوں نے ضروری اور لابدی قرار دیا ہو۔ علماء میں تو یہ اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھنا افضل ہے یا تنہا گھر میں؟ جبکہ ائمہ کرام نے دونوں باتوں کو صحیح قرار دیا ہے، اور پھر تماشا یہ ہے کہ درمختار میں دوسرے قول یعنی گھر میں اکیلے پڑھنے کو احناف کا مسلک قرار دیا ہے اور شیخ محقق نے بھی اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور وہ لوگ جو وتر کو جماعت سے پڑھنے کو افضل کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی وتر با جماعت، سنّت سے زیادہ نہیں بلکہ یہ سنّت ان کے ہاں تراویح کے سنت سے کم درجہ ہے، اور بحرالرائق میں تو اس کو استحباب سے تعبیر کیا ہے۔ درمختار کی عبارت یہ ہے کیا وتر کی جماعت افضل ہے یا گھر میں پڑھنا، دونوں کی تصحیح موجود ہے۔ لیکن وہبانیہ کے شارح نے جو نقل کیا اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ دوسرا قول مذہب و مسلک ہے اسی کو مصنف وغیرہ نے ثابت کیا ہے، اور شیخ عبدالحق نے یوں فرمایا ہے علماء نے وتر کے بارے میں اختلاف

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

الافضل الجماعۃ وقال الآخرون الافضل ان یوتر فی منزلہ منفردا وھو المختار[1] ۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی فرمودہ رجح الکمال الجماعۃ فی شرح المنیۃ والصحیح ان الجماعۃ فیھا افضل الا ان سنیتھا لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح اھ ملخصا[2] ۔ علامہ طحطاوی زیر قولش فی رمضان یصلی الوتر بھا ای بالجماعۃ "تحریر نمودہ" ای استحبابا کما فی البحر وظاھر ما سیأتی انھا فیہ سنۃ کالتراویح[3] پس روشن شد کہ نسبت کلام مذکور بایں علما غلط بودہ است واگر از حکم ضروری ولابدی بودن جماعت قطع نظر نمودہ آید تاہم نسبت بعلامہ شامی نسبت بمخالف ست زیراکہ او رحمہ اللہ تعالٰی تصریح فرمودہ است کہ ہر کہ در فرض منفرد بود در وتر ہم اقتدا نکند از علامہ شمس قہستانی آورد واذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر[4] باز خود گفت ینبغی ان یکون قول القہستانی

رکیا کہ افضل جماعت ہے یا افضل یہ ہے کہ گھر میں اکیلے پڑھے، اور یہ دوسرا قول ترجیح یافتہ ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ کمال نے جماعت والے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور منیہ کی شرح میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت افضل ہے، لیکن وتر کی جماعت سنّت، تراویح کی جماعت کی سنت کی طرح نہیں ہے اھ ملخصاً اور علامہ طحطاوی نے ماتن کے اس قول کہ 'رمضان میں وتر جماعت سے پڑھے' کے بعد لکھا ہے کہ یہ استحباب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جو ان سے آگے آئیگا کہ رمضان میں وتر کی جماعت سنت ہے جیسے تراویح سنت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مذکورہ بات ان علما کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے اور لابدی اور ضروری حکم سے قطع نظر بھی علامہ شامی کی طرف اس بات کو منسوب کرنا ایک مخالف چیز کو منسوب کرنا ہے کیونکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ اگر فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے' اور علامہ قہستانی کے حوالہ سے انھوں نے کہا ہے کہ جب فرض امام کی اقتدا میں نہ پڑھے ہوں تو وتر میں اس کی اقتدار نہ کرے، اور علامہ نے خود فرمایا کہ علامہ قہستانی کا یہ کہنا کہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ماثبت بالسنۃ الفصل السابع ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۳۰۲

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۵

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۷

[4] ردالمحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۴

معہ احترازعن صلٰوتہا منفردا امالو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ تامل[1] اھ و در درمختار این مسئلہ را اصلاً ذکرے نیست۔ مصنف و شارح اعظم اللہ تعالٰی اجورھما و افاض علینا نورھما ہمیں نوشتہ اند کہ ہرکہ تراویح منفرد بود در جماعت وتر داخل می تواند شد حیث قالا لولم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاھا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ[2] این مسئلہ را با مسئلہ ما چہ علاقہ کہ ایجب کلام در منفرد فی الفرض ست نہ منفرد فی التراویح وضرور نیست کہ ہر کہ تراویح تنہا گزاردہ است در فرض نیز منفرد بودہ باشد باز شارح رحمہ اللہ تعالٰی سوالے آوردہ است کہ اگر ہمہ جا جماعت تراویح را ترک کردہ باشد آیا ایشاں را می رسد کہ وتر بجماعت گزارند اینجا ہیچ حکمے ننمود و امر بمراجعت کتب فرمود حیث قال بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع[3] آرے

"اس امام کے پیچھے فرض نہ پڑھے ہوں" کا مطلب یہ ہے اکیلے پڑھے ہوں، لیکن اگر اس نے فرض کسی دوسرے امام کی اقتداء میں پڑھے ہوں تو پھر وتر میں امام کے ساتھ جماعت میں پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے" غور کرو اھ اور درمختار میں اس مسئلہ کا بالکل ذکر نہیں ہے مصنف اور شارح (اللہ تعالٰی ان کے اجر کو عظیم فرمائے اور ان کے نور کا ہم پر فیضان فرمائے) دونوں نے لکھا ہے کہ کسی نے صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ انھوں نے یوں فرمایا اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کو اس امام کے ساتھ وتر پڑھنا جائز ہے لیکن اس مسئلہ کا ہمارے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارا مسئلہ تو اکیلے فرض پڑھنے والے کے بارے میں ہے نہ کہ اکیلے تراویح پڑھنے کے بارے میں ہے، کیونکہ تراویح اکیلے پڑھنے کو یہ لازم نہیں کہ فرض بھی اکیلے پڑھے ہوں۔ اس کے بعد شارح نے خود سوال اٹھایا کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح با جماعت نہ پڑھی ہوں تو ان کو یہ جائز ہوگا کہ وہ وتر با جماعت ادا کریں۔ شارح نے یہ سوال بیان کرکے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا اس بارے میں کتب کو دیکھا جائے، انھوں نے اس کو یوں بیان فرمایا "یہ بات باقی ہے کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح کی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۴
[2] و [3] درمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

علامہ حلبی محشی درجواب ایں سوال از رائے وفہم خود
چناں بحث کرد کہ گو جماعت تراویح یکسر متروک باشد
تاہم مقتضائے تعلیل آن ست کہ جماعت وتر روا باشد
زیرا کہ او نماز مستقل بنفسہ است وھذا
نصہ علی ما نقل العلامۃ الطحطاوی
قولہ فلیراجع قضیۃ التعلیل فی
المسئلۃ السابقۃ بقولھم لانھا
تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ھذہ
الصورۃ لانہ لیس بتبع للتراویح
ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ
تعالٰی[1] ایں جا نیز چنانکہ دیدی کلام در
منفرد فی الفرض نیست نعم ربما یوھم
قولہ ولا للعشاء جواز جماعۃ
الوتر وان ترکوا جماعۃ الفرض
اصلا لکنہ کما علمت خلاف
المنقول وما کان لبحث
ان یقبل علی خلاف
المنصوص لاسیما وھو غیر مستقیم
فی نفسہ اذ لیس قضیۃ
التعلیل ما مر کما افاد
العلامۃ الشامی واجاد
حیث قال قولہ بقی الخ الذی
یظھر ان جماعۃ الوتر

جماعت کو ترک کیا ہو تو وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتے
ہیں تو اس مسئلہ میں کتب کو دیکھا جائے، ہاں علامہ
حلبی محشی نے از خود اس سوال کے جواب میں اپنی رائے
اور فہم سے یہ بحث کی ہے کہ اگرچہ تراویح کی جماعت
متروک ہوگئی مگر اب وتر کی جماعت کو ترک نہ کریں، اس
کی وجہ یہ ہے کہ وتر ایک مستقل علیحدہ نماز ہے، اور ان
کا بیان یہ ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے ان کا بیان نقل
کیا ہے "کتب کی طرف رجوع کرو" یہ اس علت کا قرینہ
ہے جو انہوں نے سابقہ مسئلہ میں بیان کی ہے کہ تراویح
تابع ہیں اس لئے اس کو جائز ہے کہ وہ وتر باجماعت
پڑھے، کیونکہ وتر نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی
عشاء کے، امام صاحب کے قول میں رحمہ اللہ تعالٰی"
آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہاں بھی فرض اکیلے پڑھنے والے
کے بارے میں بات نہیں ہے۔ ہاں اس کا قول
"عشاء کے بھی تابع نہیں" وہم پیدا کرتا ہے کہ وتر کی
جماعت جائز ہے اگرچہ سب حضرات نے فرض کی جماعت
کو ترک کر دیا ہو، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل
کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث
قابلِ قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی
درست نہ ہو، کیونکہ علت والا معاملہ وہ نہیں جو بیان
ہوا، جیسا کہ علامہ شامی نے خوب بیان فرمایا جہاں
انہوں نے یہ کہا "یہ بات باقی ہے الخ" ان کا یہ
سوال اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وتر کی جماعت

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۹۷

تبع لجماعة التراویح وانہ کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سنة الجماعة فی الوتر انما عرفت بالاثر تابعة للتراویح علی انہم اختلفوا فی افضلیة صلاتھا بالجماعة بعد التراویح کما یأتی اھ[1] ومن فقیر در فتوی عربیہ کہ بجواب سوال مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری بتاریخ نوزدہم شہر ربیع الآخر ۱۳۰۶ ہجریہ نوشتہ ام ایں مقام را باقصائے مراتب تنقیح وتوضیح رسانیدہ ام وباللہ التوفیق سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال مہربانا معتبر بودن کتابے نزد بعض معتقدین چیزے و معتبر بودنش فی نفسہٖ چیزے دیگرست، باز اعتبار کتابے مستلزم آں نیست کہ ہرچہ درو مذکور ست مختار و منصور ست، زنہار در کتب اجلۂ ائمہ ہیچ یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال نقد و تنقیح نداشتہ باشد تا بتالیف ما احداث ہند چہ رسد، مؤلف اگر ایں مسئلہ را از پیش خود گفتہ است بجوے نیرزد ورنہ برو لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لااقل نام کتاب بردے، تنہا گفتنش کہ ہمین ست حکم کتب الفقہ، چگونہ قبول افتد

تراویح کی جماعت کے تابع ہے اگرچہ وتر فی نفسہٖ مستقل نماز ہے، کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا یہ نقل سے ثابت ہے کہ یہ تراویح کے تابع ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ علماء نے تراویح کے بعد وتر با جماعت پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے، جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اھ اور مجھ فقیر نے عربی فتوی جو کہ مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری کے سوال کے جواب میں بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ لکھا ہے اس میں اس مقام پر خوب اعلی تنقیح و توضیح سے کام لیا ہے وباللہ التوفیق، فوائد الاعمال کے متعلق بات کرنا باقی ہے، میرے مہربان، کسی کتاب کا معتقدین کے ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات قابلِ تنقید و تنقیح نہ ہوں، تو ہم نئے لوگوں کی کتابوں کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ان میں سب کچھ درست ہے۔ فوائد الاعمال کے مصنف نے اگر یہ مسئلہ خود اپنی طرف سے کہہ دیا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ورنہ ان پر لازم تھا کہ وہ کسی ایک کتاب کا ہی حوالہ ذکر کردیتے اور

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

حالانکہ در کتبِ فقہ ہمچو غنیۃ الفقہاء و غنیہ و شرح نقایہ و رد المحتار تنصیص بخلافش می یابیم باز اگر بر خاطر احباب گراں نیاید سخن از نقد کلامش رانم و بر ہمگناں واضح و لائح گردانم کہ ایں کلام چہ قدر از پایۂ فقاہت دور و مہجور افتادہ است **اوّلاً** باید دانست کہ علماء را در وقت تراویح دو قول مذیل بطراز تصحیح ست یکے آنکہ وقتش مابین عشاء و وتر ست تا آنکہ بعد وتر روا نبود چنانکہ پیش از فرض روا نیست صححہ فی الخلاصۃ ورجحہ فی غایۃ البیان بانہ الماثور المتوارث[1] اھ ش عن البحر دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع فجر و ہمیں ست ارجح التصحیحین عزاہ فی الکافی الی الجمہور وصححہ فی الہدایۃ والخانیۃ والمحیط[2] اھ ش عن الزین بر مذہب اول ہر کرا چیزے از تراویح باقی ماند و امام بوتر برخاست حکم ہمیں ست کہ بہ بقیہ تراویح اشتغال نماید و بجماعت وتر در نیاید زیرا کہ نزد ایشاں پس از وتر وقت تراویح

صرف یہ کہہ دینا کہ کتبِ فقہ کا یہ حکم ہے کیسے قابلِ قبول ہوسکتا ہے حالانکہ کتبِ فقہ مثلاً غنیۃ الفقہاء، غنیہ، شرح النقایہ اور ردالمحتار میں ہم اس کا خلاف پاتے ہیں پھر اگر دوستوں پر گراں نہ گزرے تو ہم اس کا تنقیدی جائزہ پیش کریں، اور ان پر واضح کردیں کہ ان کے بیان کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ فقہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے **اوّلاً** معلوم ہونا چاہئے کہ تراویح کے وقت کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور اس میں دو قول ہیں جو کہ تصحیح کے معیار پر آتے ہیں: ایک یہ کہ تراویح کا وقت، نماز یعنی فرضِ عشاء اور وتر کے درمیان ہے اس بنا پر فرض سے قبل تراویح جائز نہیں جس طرح کہ وتر کے بعد جائز نہیں، اس قول کو خلاصہ میں صحیح قرار دیا ہے، اور غایۃ البیان نے اس کو زمانہ بزمانہ منقول کہہ کر ترجیح دی ہے اھ۔ یہ شارح نے بحر سے نقل کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت بعد از عشاء تا طلوعِ فجر ہے، یہی قول صحت میں راجح ہے اور کافی میں اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے اور ہدایہ، خانیہ اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اھ۔ یہ شارح نے زین سے نقل کیا ہے اب پہلے قول کے مطابق اگر کسی کی کچھ تراویح رہتی ہوں اور امام وتر شروع کرچکا ہے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ امام کے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۱

[2] " " " " " "

فوت می شود امام طاہر بن احمد بخاری در خلاصہ فرمود یشتغل بالترویحۃ الفائتۃ لانہ لایمکنہ الاتیان بہا بعد الوتر[1] و بر مذہب دوم بہر دو امر مخیر ست اما اختلاف در افضل افتاد ہرکہ در وتر انفراد را بہتر دانستند نزد او اشتغال بترویحہ فائتہ احسن باشد و ہرکہ جماعت نیکو تر گفتہ پیش او بجماعت وتر رسا ختن و ترویحہ فائتہ را پس انداختن خوشتر و ما نا کہ ہمیں احب باشد و فقیر گویم چوں صحیح دوم جانب عدم صحت تراویح بعد وتر است ینبغی الانسب مراعات آں باشد واللہ تعالٰی اعلم قال فی الدر المختار وقتہا بعد صلاۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح فلوفاتہ بعضھا وقام الامام الی الوتر اوتر معہ ثم صلی مافاتہ[2] اھ قال فی ردالمحتار قولہ فلوفاتہ بعضہا الخ تفریع علی الاصح لکنہ مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعۃ لا المنزل

ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ بقیہ تراویح کو پہلے پڑھے کیونکہ اس قول والوں کے ہاں وتر کے بعد تراویح کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ امام طاہر بن احمد بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں کہ وہ بقیہ تراویح ادا کرے کیونکہ وتر کے بعد اس کو تراویح پڑھنا ممکن نہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس کو دونوں طرح اختیار ہے کہ بقیہ تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا بعد۔ لیکن افضل ہونے میں ضرور اختلاف ہے کہ جو لوگ وتر تنہا پڑھنا افضل کہتے ہیں کہ تراویح پہلے پڑھے اور جو جماعت کو بہتر جانتے ہیں انکے نزدیک پہلے وتر جماعت کے ساتھ پڑھ کر اسکے بعد باقیماندہ تراویح پڑھے، یہ تسلیم ہے کہ پسندیدہ امر یہی ہے لیکن ایک قول میں وتر کے بعد تراویح جائز نہیں ہے، اس لئے یہ فقیر کہتا ہے کہ اس قول کی رعایت زیادہ مناسب ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ درمختار میں کہا کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد تا طلوع فجر ہے وتر سے قبل یا بعد اصح قول ہے۔ پس اگر کچھ تراویح رہ جائیں اور امام وتر کے لئے کھڑا ہوجائے تو اسے چاہئے کہ وہ امام کے ساتھ وتر پڑھے اور فوت شدہ تراویح اس کے بعد پڑھے اھ۔ اس پر ردمحتار میں کہا (قولہ فلوفاتہ بعضھا الخ) یعنی ماتن کا قول کہ اگر کچھ تراویح رہ جائیں، یہ اصح قول کی تفریع ہے لیکن یہ تفریع اس بات پر مبنی ہے کہ وتر گھر کی بجائے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی　الفصل الثالث فی التراویح　مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ　۱/۶۳

[2] درمختار　باب الوتر والنوافل　" مطبع مجتبائی دہلی　۱/۹۸

www.alahazratnetwork.org

وفیہ خلاف سیاق قولہ او ترجمہ ای علی
وجہ الافضلیۃ الخ[1] بالجملہ بریک مذہب راہ ہمین
ست کہ بجماعت وتر شرکت نکند و بر مذہب دیگر نزد
بعضے افضل ہمین ست و نزد بعضے اگرچہ اقتدا افضل
اما وجوب و لزوم اقتدا کہ صاحب فوائد نوشت مذہب
ہیچ عالمے نیست و زنہار از شرع بروے دلیلے۔
ثانیاً قول او پس بسبب سنت، جماعت واجب
را ترک نماید و سنت را ادا سازد کے روا بود
طرفہ استدلالے ست اگر لفظ واجب صفت جماعت
ست بداہۃ غلط و باطل بالا گفتہ ایم کہ جماعت
وتر نزد ہیچ کسے واجب نیست و اگر مضاف الیہ
است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک
جماعت ست نہ در ترک وتر پس قول او کے روا بود
کے روا بود الحاصل حکم ہمان ست کہ فقیر در فتوائے
پیشیں نوشتہ ام و از رد و قدح ہچو کلمات سکوت
اولٰی بود اگر ایضاح صواب و کشف ارتیاب مقصود
نبودے باز در ضمن بیان مسائل نافعہ کہ بروئے
کار آمد نفع خوبی ست کہ حامل بریں تحریر می تواند شد
مہر با سخن برانچہ نقل فرمودہ اند رواں کردم و نزد
فقیر کتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام نہ دانم کہ اصل
عبارتش چیست و مولفش کیست واللہ تعالٰی اعلم

باجماعت پڑھنا افضل ہے اور اس میں اختلاف ہے جو
آگے آرہا ہے۔ اور اس کا قول کہ امام کے ساتھ وتر
پڑھے یعنی مستحب یہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک
قول میں یہ متعین ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے
اور دوسرے مذہب پر افضل یہ ہے کہ وتر باجماعت
نہ پڑھے، ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے
مطابق اگرچہ اقتدا، اور جماعت افضل ہے تاہم
جماعت کا لازم ہونا اور واجب ہونا وتر کے لئے کسی
عالم کا مذہب اور قول نہیں جیسا کہ فوائد الاعمال والے
نے لکھا ہے اور نہ ہی شرع میں اس پر کوئی دلیل ہے۔
ثانیاً اس کا یہ کہنا کہ سنت کی وجہ سے جماعت واجب
کا ترک کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، یہ عجیب استدلال
ہے، اس میں لفظ واجب اگر جماعت کی صفت ہے
تو یہ غلط اور باطل ہے کیونکہ وتر کی جماعت کسی کے
ہاں بھی واجب نہیں ہے اور لفظ واجب جماعت کا
مضاف الیہ ہے یعنی واجب کی جماعت، تو پھر یہ دلیل
واضح طور پر خلل والی ہے کیونکہ بات تو ہو رہی ہے جماعت
کے ترک میں نہ کہ واجب یعنی وتر کے ترک میں، اس کا
یہ کہنا کہ "کیسے جائز ہو سکتا ہے"، کیسے جائز اور درست
ہو سکتا ہے! الحاصل یہ کہ اس مسئلہ کا حکم وہی ہے
جو اس فقیر نے پہلے فتوے میں لکھا ہے، ایسی باتوں
پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا، اگر درست موقف کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں
ضمنی مسائل ہیں جو کہ بڑے کار لانے میں مفید ہو سکتے تھے جن کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،

www.alahazratnetwork.org

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۱

مہربانوں نے جیسے عبارت نقل کی اس کے مطابق میں نے تسلیم کرتے ہوئے جواب لکھ دیا ورنہ اس فقیر نے کتاب فوائد الاعمال نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ اصل عبارت کیا اور کتاب کا مصنف کون ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱: مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری مدرس اول مدرسہ عربیہ بریلی
۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراویح وقد صلی الفرض فی بیتہ او مع غیر ذلک الامام ھل یصلی الوتر بالجماعۃ ام لا والوتر بالجماعۃ تابع لرمضان ام لجماعۃ الفرض بینوا توجروا۔

اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جس نے فرض اکیلے گھر میں پڑھے یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے کیا وہ شخص باجماعت تراویح والے امام کے پیچھے وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وتر باجماعت رمضان کے تابع ہے یا فرض کی جماعت کے تابع ہیں، بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

www.alahazratnetwork.org

من صلی الفرض منفردا لا یدخل فی جماعۃ الوتر ومن صلاھا جماعۃ ولو خلف غیر ھذا الامام فلہ ان یأتم بہ فی الوتر ای وان لم یکن ادرک التراویح معہ ھو الصحیح المعتمد فی الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی اذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لایتبعہ فی التراویح ولا الوتر وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لایتابعہ فی الوتر وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا

جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو اور جس نے فرض جماعت سے ادا کئے ہوں اگرچہ کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اگرچہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے، منیہ کی شرح غنیہ میں علامہ ابراہیم حلبی نے فرمایا کہ جب فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے تو عین الائمہ کرابیسی سے روایت ہے کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے اور یوں اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو تو بھی وہ وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے، اور ابو یوسف البانی نے فرمایا کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہوں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یوں ہی اگر اس نے تراویح

لم يدرك معه شيئا منها وكذا اذا صلى
التراويح مع غيره له ان يصلي
الوتر معه وهو الصحيح ذكره
ابو الليث وكذا قال ظهير الدين
المرغيناني لو صلى العشاء وحده
فله ان يصلي التراويح مع الامام
وهو الصحيح حتى لو دخل بعد ما صلى
الامام الفرض وشرع في التراويح
فانه يصلي الفرض اولا وحده ثم
يتابعه في التراويح وفي القنية
لو تركوا الجماعة في الفرض
ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة
لانها تبع للجماعة[1] اه وقال في رد المحتار
عند قوله لو لم يصلها (اي التراويح) بالامام
له ان يصلي الوتر معه، في
[2] التاترخانية عن التتمة انه سئل
علی بن احمد عمن صلى الفرض و
التراويح وحده او التراويح فقط
هل يصلي الوتر مع الامام فقال لا اه ثم
رأيت القهستاني ذكر تصحيح ما ذكره
المصنف (اي من جواز الوتر جماعة
لمن صلى التراويح منفردا اي و
الفرض جماعة قال الشامي

جماعت سے کچھ بھی نہ پڑھی ہوں تو وہ شریک ہو سکتا
ہے، اور اگر اس نے ایسے ہی تراویح کسی دوسرے
امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک
ہو سکتا ہے، یہی صحیح ہے اس کو ابولیث نے ذکر
کیا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے بھی یہی کہا ہے کہ
اگر اس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں تو تراویح امام کے
ساتھ پڑھ سکتا ہے یہی صحیح ہے حتی کہ اگر وہ امام کے
فرض پڑھا لینے کے بعد اور تراویح میں شروع ہونے کے
بعد مسجد میں آیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر
بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اور قنیہ میں ہے
اگر کچھ لوگوں نے فرض کی جماعت ترک کر دی تو ان کو
تراویح باجماعت نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ تراویح فرض
باجماعت کے تابع ہیں اھ اور ردمحتار میں اس کے
قول پر، اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں
تو اس کو وتر امام کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے"۔
تاتارخانیہ میں تتمہ سے نقل ہے کہ علی بن احمد سے سوال
کیا گیا کہ وہ شخص جس نے فرض اور تراویح اکیلے پڑھے ہوں
یا صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں کیا وہ وتر امام کے ساتھ پڑھ
سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب میں کہا کہ نہیں پڑھ
سکتا اھ۔ پھر میں نے قہستانی کو مصنف کی تصحیح ذکر
کرتے ہوئے پایا، یعنی جس نے تراویح اکیلے اور فرض
جماعت سے پڑھے ہوں تو اس کو وتر جماعت سے
پڑھنے کی اجازت ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ

www.alahazratnetwork.org

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب التراویح مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

ثم قال (یعنی القہستانی) لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر[1] اھ

قہستانی نے پھر فرمایا، لیکن اگر فرض اس نے جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی باجماعت نہ پڑھے اھ

قلت وعزاہ القہستانی للمنیۃ وھی منیۃ الفقہاء لامنیۃ المصلی کما ظنہ بعض المتصدین للفتوی فی عصرنا فنسبہ الی عدم مطابقۃ النقل للمنقول عنہ قال الشامی فقولہ (یعنی المصنف) ولو لم یصلھا ای وقد صلی الفرض معہ لکن ینبغی ان یکون قول القہستانی معہ احترازا عن صلٰوتہا منفرداً[2] **قلت** فیکون علی وزان قول الغنیۃ المار اذا لم یدرک معہ شیئا منھا فانما اراد بہ الانفراد لامایشمل الادراک مع غیرہ بدلیل قولہ عطفا علیہ "وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ"، قال الشامی اما لوصلاھا (یعنی الفریضۃ) جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ تأمل[3] انتہی **اقول** معلوم ان الضمیر فی قولہ لایتبعہ للامام مطلقا لالخصوص

میں کہتا ہوں کہ اس بات کو قہستانی نے منیہ کی طرف منسوب کیا ہے یاد رہے کہ یہ منیۃ الفقہاء مراد ہے منیۃ المصلی نہیں جیسا کہ بعض معاصر فتوٰی نویسوں کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے اور انھوں نے نقل کو اصل کے مطابق نہ ہونے کی شکایت کی ہے علامہ شامی نے فرمایا کہ مصنف کا قول کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یعنی فرض امام کے ساتھ پڑھے ہوں لیکن مناسب یہ ہے کہ قہستانی کا "معہ" کہنا یہ تراویح اکیلے پڑھنے کی صورت کو جدا کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ غنیہ کے گزشتہ قول "جب امام کے ساتھ کچھ تراویح نہ پڑھے" کے انداز پر ہے کہ اس سے مراد اکیلے پڑھنا ہے نہ کہ وہ معنی جس میں کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھنا شامل ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کو علیحدہ عطف کے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شامی نے فرمایا: اور اگر اس نے فرض کسی اور امام کے ساتھ جماعت میں پڑھا ہو اور پھر وتر اس امام کے پیچھے پڑھ لے تو کوئی کراہت نہیں، غور کر، انتہی۔ میں کہتا ہوں یہ بات واضح ہے کہ "لایتبعہ" میں ضمیر کا مرجع خاص امام نہیں

www.alahazratnetwork.org

---

[1] رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۲۴

[2] " " " " " " "

[3] رد المحتار " " " " " " "

هذا الامام فان من صلی الفریضة منفردا لیس له ان یدخل فی جماعة الوتر لا مع هذا الامام ولا مع غیره فکذلک فی قوله معه وبالجملة فالمتحصل شیئان احدهما ان المنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر او ما وقع فی "منهیة الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام للعید" للفاضل المفتی محمد عنایت احمد علیه رحمة الاحد ان لم یصل الفرض بجماعة فله ان یدخل فی جماعة الوتر وعزاه لحاشیة الطحطاوی فهو

www.alahazratnetwork.org

وانا قد راجعت المعزی الیه فلم اجده ناصا بما ظن نعم قد تشم من بعض کلماته رائحة ذلک حیث قال عند قول الدر المختار لو ترکها الکل (یعنی جماعة التراویح) هل یصلون الوتر بجماعة[1] فلیراجع قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة (ای لو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعة) بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر جماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع

بلکہ کوئی بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وُہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی اور ہو، اور اسی طرح اس کے قول "معہ" میں بھی ضمیر کا مرجع عام ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں حاصل ہُوئیں، ایک یہ کہ جس نے فرض اکیلے پڑھے وُہ وتر بھی اکیلے پڑھے۔ درر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید جو کہ فاضل مفتی محمد عنایت احمد علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے، کے منہیہ میں جو مذکور ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، اور اس بات کو انھوں نے حاشیہ طحطاوی کی طرف منسوب کیا ہے، تو یہ سہو ہے۔ حالانکہ میں نے حاشیہ طحطاوی کو دیکھا ہے میں نے اس میں یہ بات صراحۃً مذکور نہ پائی، ہاں علامہ طحطاوی کی ایک عبارت سے اس بات کی بُو آتی ہے، جہاں اُنھوں نے درمختار کے اس قول "اگر سب نے جماعتِ تراویح کو ترک کردیا ہو تو کیا وہ وتر جماعت سے ادا کرسکتے ہیں، اس بارے میں رجوع کرنا چاہئے" پر لکھا ہے کہ سابقہ مسئلہ کی تعلیل کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ ہے یعنی وہ سابقہ مسئلہ یہ ہے کہ "اگر فرض باجماعت کو انھوں نے ترک کیا ہو تو تراویح جماعت سے ادا نہ کریں" اس مسئلہ کی تعلیل یہ ہے، جس کو انھوں نے یوں بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح تابع

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

للتراويح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالى انتهى حلبی[1] انتهى فقد يوهم قوله "ولا للعشاء" جواز الوتر بجماعة ولو لم يصل هو بل الكل الفرض بها لكنه كما علمت خلاف المنصوص فان الذي في ردالمحتار عن شرح النقاية عن المنية ان لم يحمل على ما مر كان ادخل في الرد على هذا الايهام واما ماذكر انه ليس بتبع عند الامام فنعم ونعم الجواب عنه ماافاد المولى المحقق ابن عابدين ان اصالته في ذاته لاتنافي كون جماعته تبعا **قلت** الاترى ان الظهر والعصر من اعظم الفروض المستقلة والجمع بينهما من توابع الوقوف بعرفة ولو في حجة نافلة فافهم قال الشامی انهم اختلفوا في افضلية صلاتها بالجماعة بعد التراويح اھ[2]

ہیں، وہ وتر کو اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھے کیونکہ وتر تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے تابع ہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک، انتہی حلبی انتہی، اس میں اس کا قول کہ وتر عشاء کے تابع نہیں ہے، وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کے یا سب کے فرض باجماعت پڑھے بغیر وتر کو باجماعت پڑھنا جائز ہے لیکن یہ بات علماء کی نص کے خلاف ہے ردمحتار میں شرح نقایہ سے اور اس نے منیہ سے نقل کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو گزشتہ مفہوم پر محمول نہ کیا جائے تو وہ اس وہم کا بہترین رَد ہے اور یہ بیان کہ وتر امام صاحب کے نزدیک عشاء کے تابع نہیں ہیں، ہاں یہ درست ہے۔ اور اس کا بہترین جواب وہ ہے جس کو آقا محقق ابن عابدین نے بیان فرمایا ہے کہ وتر فی ذاتہٖ اصل ہیں اور ان کی جماعت کا عشاء کے تابع ہونا فی ذاتہٖ اصل ہونے کے منافی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ظہر اور عصر کے فرض عظیم اصل اور مستقل ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں فرضوں کو مقام عرفات کے تابع قرار دے کر جمع پڑھا جاتا ہے خواہ نفل حج ہی کیوں نہ ہو۔ غور کر۔ علامہ شامی نے ماتن کی اس عبارت پر کہ "وتر کو تراویح کے بعد باجماعت پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف ہے" پر فرمایا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ بیروت ۱/۲۹۷

[2] ردالمحتار " " " مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۸

اى فكانت جماعته ادون حالا من جماعة التراويح المسنونة عند الجمهور حتى لو تركها الكل اثموا فكيف بجماعة الفرض الواجبة على الصحيح الرجيح فساغ ان يكون تجافى الجماعة وان كان اصلا فى الذات حتى افسد تذكره المكتوبات **قلت** على ان التعليل بالقضية المذكورة تعليل بالنفى وهو عندنا من التعليلات الفاسدة كما صرحوا به فى الاصول و حصر العلة فى التبعية ممنوع محتاج الى البيان هذا **والاخر** ان من صلى الفرض بجماعة يجوز له الدخول فى جماعة الوتر سواء صلى الفرض خلف هذا الامام او خلف غيره كما قرر الشامى وسواء صلى التراويح وحده او خلف هذا الامام او غيره كما نصوا عليه **قلت** بل ومن لم يصلها رأسا كما يشمله اطلاق قوله ولو لم يصلها بالامام له ان يصلى الوتر معه فانه يصدق بانتفاء القيد و المقيد جميعا وليحرر اما ما ذكروا ان جماعة الوتر هل هى تبع

یعنی وتر کی جماعت تراویح کی جماعت سے ادنٰی ہے کیونکہ تراویح کی جماعت جمہور کے ہاں مسنون ہے حتی کہ اگر تمام لوگ تراویح کی جماعت کے تارک ہوں تو سب گنہگار ہوں گے، تو جماعتِ وتر کا فرض کی جماعت سے جو کہ راجح قول کے مطابق واجب ہے، کیا مقابلہ ہے، پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وتر اگرچہ فی ذاتہٖ مستقل نماز ہیں لیکن ان کی جماعت عشاء کی نماز فرض کے تابع ہے اس لئے اگر وتر کی جماعت میں یاد آئے کہ عشاء کے فرض باقی ہیں تو وتر فاسد ہوجائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کا متن کے قول مذکور کو علت قرار دینا یہ تعلیل بالنفی ہے جبکہ ہم احناف کے ہاں تعلیل بالنفی فاسد ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اس کی انھوں نے تصریح کی ہے پھر اس کلام کو وتر کی جماعت کا فرض کے تابع بنانے کے لئے ہی علت ماننا محتاجِ بیان ہے، اس کو محفوظ کر۔ اس بحث سے حاصل شدہ دوسری چیز یہ ہے کہ جس نے فرض باجماعت ادا کئے ہوں خواہ کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے تو اس کو اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تقریر کی ہے خواہ اس نے تراویح باجماعت اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا تراویح اکیلے پڑھی ہوں جیسا کہ فقہاء نے اس کو صراحۃً بیان فرمایا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) خواہ اس نے تراویح سرے سے پڑھی ہی نہ ہوں کیونکہ اس کا یہ قول کہ "اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو بھی وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے" مطلق ہے، جو اس صورت کو

www.alahazratnetwork.org

لجماعة التراویح املا، جنح الفاضلان الحلبی والطحطاوی فی حواشی الدر الی الثانی کما سمعت واستظھر الشامی الاول قائلا ان سنة الجماعة فی الوتر انما عرفت تابعة للتراویح[۱] قلت و ھذا ھو الاظھر فان مشروعیة جماعته لوکانت لاصالة فاصالته دائمة لا تختص برمضان، ثم رأیت العلامة البرجندی نص فی شرحہ للنقایة ان الجماعة فیہ لما کانت بتبعیة التراویح علی ماھو المشھور[۲] اھ فقد ثبت روایتہ واعتضد درایتہ و ترجح شھرة فانقطع النزاع، فاعلم[عہ] ان ھذا کلہ فیما لو ترک الکل جماعة التراویح کما قدمنا من الغنیة عن القنیة، اما اذا جمع

بھی شامل ہے کیونکہ مقید کلام کی نفی سے قید اور مقیّد دونوں کی نفی بھی ہوسکتی ہے (جس سے تراویح نہ پڑھنے کی صورت بھی سمجھی جاتی ہے) اس کو نوٹ کر۔ لیکن علماء کا یہ بیان کہ وتر کی جماعت کیا تراویح کی جماعت کے تابع ہے یا نہیں، تو حلبی اور طحطاوی دونوں کا رجحان یہ ہے کہ تابع نہیں ہے' یہ بات انھوں نے درمختار کے حاشیہ میں کہی ہے جیسا کہ تو سماعت کرچکا ہے' اور علامہ شامی نے پہلے احتمال یعنی تابع ہونے کو ظاہر قرار دیا ہے یہ کہتے ہُوئے کہ وتر کی جماعت کا سنت معلوم ہونا تراویح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔ میں کہتا ہُوں کہ یہ علامہ شامی کا قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اگر وتر کی جماعت خود اصل ہوتی تو پھر یہ جماعت پورا سال ہوتی صرف رمضان کی تخصیص نہ ہوتی، پھر اس کے بعد میں نے یہی بات علامہ برجندی سے صراحۃً پائی کہ انھوں نے اپنی نقایہ کی شرح میں کہا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے جیسا کہ یہی مشہور ہے اھ ان کی روایت ثابت اور ان کی درایت مضبوط اور شہرت کو ترجیح ہے لہذا یہ اختلاف ختم ہوگیا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں تھی جبکہ تمام نے تراویح کی جماعت کو ترک کیا ہو جیسا

www.alahazratnetwork.org

عہ جواب اما فی قولہ اما ما ذکروا ۱۲ (م)

---

[۱] ردالمحتار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۴۸
[۲] شرح النقایة للبرجندی | فصل فی التراویح | " منشی نولکشور لکھنؤ | ۱/۱۴۱

القوم و تخلف عنها ناس ثم ادرکوا الوتر مع الامام، فلا شك ان لهم الدخول في جماعة الوتر اذا کانوا صلوا الفرض بجماعة کما سمعت ، نعم ذهب بعض کالامام علی بن احمد وعین الائمة الکرابیسی الی تبعیة لجماعة التراویح فی حق کل مصل بمعنی ان من لم یدرکها مع الامام لا یتبعه في الوتر، لکنه کما علمت قول مرجوح، **قلت** وبهذا التحقیق ظهر التوفیق بین کلام العلامة البرجندی المذکور وکلام الفاضل شیخی زادہ في مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر حیث قال لو لم یصلها (یعنی التراویح) مع الامام صلی الوتر به لانه تابع لرمضان وعند البعض لا لانه تابع للتراویح عنده، وفي القهستانی و یجوز ان یصلی الوتر بالجماعة وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام او صلاها مع غیره وهو الصحیح[1] اھ ما في المجمع فانه صریح في ان القول

کہ ہم نے غنیہ سے قنیہ کے حوالے سے پہلے بیان کر دیا ہے لیکن اگر لوگوں کی جماعت تراویح سے کچھ لوگ رہ گئے ہوں اور یہ لوگ بعد میں آکر امام کو وتر کی جماعت میں پائیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ انھوں نے فرض باجماعت پڑھے ہوں جیسا کہ تو سن چکا ہے، ہاں بعض حضرات جیسا کہ علی بن احمد اور عین الائمہ کرابیسی اس طرف گئے ہیں کہ وتر کی جماعت تراویح باجماعت کے تابع ہے لہٰذا ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تراویح باجماعت پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو لیکن تو معلوم کر چکا ہے کہ یہ بات مرجوح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس تحقیق سے علامہ برجندی کے کلام اور فاضل شیخی زادہ کی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ذکر کردہ کلام میں موافقت واضح ہو گئی فاضل نے وہاں یہ کہا کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ بھی پڑھی ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت رمضان کے تابع ہے، بعض کے نزدیک وہ وتر امام کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے۔ اور قہستانی میں ہے کہ اگر کسی نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ بھی وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے، یہی صحیح ہے اھ۔ مجمع کا بیان اس بات میں صریح ہے کہ وتر کی جماعت کا تراویح کے تابع ہونے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی التراویح مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۳۸

بتبعية للتراويح قول مرجوح خلاف
الجمهور وصريح ما فی البرجندی
انه هو القول المشهور ووجه التوفيق
ان التبعية فی کلام المجمع ماخوذة
بالنظر الی کل احد فی خاصة نفسه
ولذا بنی عليه منع من لم يدرکها
مع الامام عن دخوله فی الوتر، و فی
کلام البرجندی بمعنی وقوعه بعد
اقامة الناس جماعة التراويح وان
لم يدرکها بعض القوم فليکن التوفيق
وبالله التوفيق ثم انما المعنی
بتبعيته لرمضان ان جماعته
غير مشروعة الا فيه لا سلب تبعيته
عما سواه مطلقا حتی ينافی تبعيته
لجماعة التراويح بل والفرض
فان فيه ما قد علمت، فاذن لا خلاف
بين التبعيتين الا علی قول البعض
المرجوح، هکذا ينبغی التحقيق و
الله تعالٰی ولی التوفيق، نعم
وقع فی شرح المنية الصغير،
ما نصه "اذا لم يصل الفرض
مع الامام قيل لا يتبعه فی
التراويح ولا فی الوتر وکذا اذا لم
يصل معه التراويح لا يتبعه فی الوتر
والصحيح انه يجوز ان يتبعه

کا قول مرجوح ہے اور جمہور کے خلاف ہے۔ اور برجندی کا بیان یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے۔ اور موافقت کی وجہ یہ ہے کہ مجمع کے کلام میں جس تابع کو مرجوح کہا ہے اس سے مراد وُہ صورت ہے جبکہ تراویح کی جماعت بالکل نہ ہُوئی ہو اور کسی نے بھی تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں اسی لئے اس نے وتر کی جماعت میں شامل ہونے کی ممانعت کی بنا اس بات کو بنایا ہے کہ امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، جبکہ علامہ برجندی کا یہ کہنا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہونا مشہور قول ہے' اس سے مراد وُہ صورت ہے کہ جب بعض نے تراویح کی جماعت کی ہو اور بعض لوگ اس جماعت سے رہ گئے ہوں، یُوں توفیق ہوگئی اللہ کی دی ہوئی توفیق سے۔ پھر وتر کی جماعت کا رمضان کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بغیر وتر کی جماعت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ کسی اور چیز کے تابع نہیں تاکہ اس کا تراویح اور فرض کے تابع ہونے کی نفی ہو سکے، کیونکہ یہ مطلب لینے میں اعتراض ہے، لہذا دونوں کے تابع ہونا ایک دوسرے کے منافی نہیں ہے ماسوائے ایک مرجوح قول کے، تحقیق یُوں چاہئے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ہاں غنیہ صغیر میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں وُہ تراویح اور وتر کی جماعت میں ایک قول کے مطابق شریک نہ ہو اور وُہ بھی جو اس امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہُوا تو وہ بھی اس امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں

www.alahazratnetwork.org

فی ذلك کلہ حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانہ یصلی الفرض اولا وحدہ ثم یتابعہ فی التراویح وفی القنیۃ لو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لیس لھم ان یصلوا التراویح جماعۃ[1] اھ فاوھم ذلك عند بعض الناس ان الحلبی صحح جواز اتباع الامام فی الوتر وان لم یتبع فی الفرض، وانا اقول لیس ھو رحمہ اللہ تعالٰی من اصحاب التصحیح وانما وظیفتہ النقل عن ائمۃ الترجیح ومعلوم ان شرحہ الصغیر انما ھو ملخص من شرحہ الکبیر وھذہ عبارۃ الکبیر بمرأی عین منك لو تری فیہ تصحیحا اصلا ناظرا الی ھذا المتوھم وانما فیہ تصحیحان الاول من الامام الفقیہ ابی اللیث بجواز اتباع الامام فی الوتر سواء صلی التراویح کلھا او بعضھا معہ اومع غیرہ او وحدہ منفردا وھذا مجمل قولہ "یجوز ان یتبعہ فی ذلك کلہ والثانی عن الامام ظھیر الدین المرغینانی لجواز الاتباع فی التراویح وان لم یتبعہ فی الفرض،

شریک نہ ہو، لیکن یہ بات درست نہیں، کیونکہ ان مذکور تمام صورتوں میں وہ وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے، حتی کہ امام کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد اگر مسجد میں آیا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہوجائے۔ اور قنیہ میں ہے کہ اگر لوگ فرض کی جماعت کے تارک ہوں تو وہ تراویح باجماعت امام کے ساتھ نہ پڑھیں اھ۔ اس سے بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ حلبی نے فرض باجماعت کے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت کو صحیح قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ اصحابِ تصحیح میں سے نہیں، ان کا کام صرف ائمہ ترجیح کے قول کو نقل کرنا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ ان کی صغیری ان کی کبیر شرح کا خلاصہ ہے اور کبیر شرح کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں اس وہم کے متعلق کوئی تصحیح نظر نہیں آتی، اس مسئلہ میں صرف دو تصحیحیں موجود ہیں ایک امام فقیہ ابواللیث کی جو کہ کسی طرح بھی تراویح پڑھ لینے والے کو خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ، پھر یہ کہ تمام تراویح یا بعض باجماعت پڑھی ہوں، وتر کی جماعت میں شرکت کے جواز کے بارے میں ہے اور اس کو بطور اجمال حلبی نے اپنے اس قول سے تعبیر کیا کہ اس وتر کی جماعت میں شرکت کی ان تمام صورتوں میں جائز ہے۔ اس بارے میں دوسری تصحیح امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے جو کہ امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شرکت کے جواز سے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی فروع فاتتہ ترویحۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱۰

وعليه يتفرع الفرع المذكور في الشرحين معاً "حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض" فالتوهم الحاصل في عبارة الشرح الصغير انما منشؤه ما وقع فيه ههنا من الاختصار المخل الا ترى انه اقتصر في التفريع المذكور كاصله الكبير على قوله "يتابعه في التراويح"، ولو كان مراده بقوله في ذلك كله "مايشمل المتوهم، لزاد ايضا والوتر" وبالجملة فالمعروف المعلوم من تصحيحات الائمة هو الذي بينه في الشرح الكبير، وهذا المتوهم لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح، فلا يعارض ما نص عليه في منية الفقهاء، وحكم به حكما جازما من دون ذكر خلاف فعليك بالتبصر والانصاف وذلك ان تقول ان "الامام" معرف باللام وضمير "يتبعه" راجع اليه والمعرفة اذا اعيدت معرفة كان المراد عين الاول غالبا، فالمعنى اذا لم يصل الفرض مع هذا الامام فله ان يتبعه في الوتر اى لا يجب لاتباعه في الوتر ان يكون اتبع هذا الامام بعينه في الفرض،

متعلق ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں، اسی تصحیح پر صغیر و کبیر شرحوں کی تفریع مرتب ہے کہ کوئی شخص امام کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں آیا الخ لہذا شرح صغیر کی عبارت سے جو وہم پیدا ہوا وہ اس اختصار کی وجہ سے پیدا ہوا، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انھوں نے تفریع بیان کرتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ تراویح میں شامل ہو جائے، اور شرح کبیر میں بھی اتنا ہی ذکر ہے، اور اگر اس کے قول "ان سب صورتوں میں" وہ صورت بھی شامل ہوتی جس کا وہم ہوا ہے تو پھر تفریع میں، تراویح میں شامل ہونے کے ساتھ وتر میں شامل ہونے کو بھی ذکر کرتے، الحاصل ائمہ کرام کی تصحیحات سے صرف وہی بات معلوم ہوتی ہے جو کہ شرح کبیر میں ہے حالانکہ وہم شدہ کی اس میں کوئی تصحیح یا ترجیح نظر نہیں آتی، لہذا شرح کبیر کی عبارت منیۃ الفقہاء کی صریح عبارت کے معارض نہیں ہو سکتی جبکہ اس منیہ میں جزمی حکم ہے اور اس میں کسی اختلاف کا اس بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے، تجھے غور و فکر میں انصاف چاہیے، اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شرح صغیر کی عبارت میں لفظ "الامام" معروف باللام ہے اور لفظ "یتبعہ" میں ضمیر کا مرجع وہی امام ہے، اور اکثر طور پر معرفہ کو جب دوبارہ معرفہ ذکر کیا جائے تو وہی ایک مراد ہوتا ہے، تو اس قاعدہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ جب اس خاص امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تو اس امام مذکور کے ساتھ وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے یعنی کسی امام کے

www.alahazratnetwork.org

وهذا اصحیح لاشك ویؤید هذا الفهم ان القهستانی لما قال اذا لم یصل الفرض معه لایتبعه فی الوتر[1] احتاج الشامی الی ابانة مراده وان المقصود من امام ما لا من خصوص هذا الامام، وان جادل مجادل فنقول الشرح الصغیر مطالب بتصحیح نقل هذا التصحیح الذی لا یعلم له اثر اصلا فی کتاب قبله حتی فی الکبیر الذی کان اصله، والله الموفق فقد تحرر بما تقرر، ان جماعة الوتر تبع لجماعة الفرض فی حق کل احد من المصلین، ولجماعة التراویح فی الجملة لا فی حق کل، ولرمضان بمعنی انها تکره فی غیره لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد[2] کما فی الدر عن الدرر

ساتھ وتر پڑھنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ فرض بھی اسی کے ساتھ باجماعت پڑھے ہوں، اور یہ مفہوم بلاشک وشبہ صحیح ہے، اس مفہوم کی تائید قہستانی کے اس قول سے ہوتی ہے جس کی مراد کو علامہ شامی نے واضح کیا ہے، وہ یہ کہ جب قہستانی نے کہا جب امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے اس پر علامہ شامی نے مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس امام سے مراد کوئی امام ہے یعنی اگر کسی بھی امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تو پھر وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اگر کوئی اس وہم پر بحث کا اصرار کرتا ہے تو اس کو یہ کہہ دیا جائے کہ صغیر شرح کا یہ صحیح کہنا باعث مطالبہ ہے کہ اس نے یہ کیوں کہا جبکہ اس سے قبل کسی کتاب میں اس تصحیح کا نام ونشان نہیں ہے حتی کہ ان کی اپنی کتاب کبیر میں بھی نہیں جو اس صغیر کا اصل ہے، واللہ الموفق۔ پس اس تقریر سے یہ بات صاف ہوگئی کہ وتر کی جماعت فرض کی جماعت کے تابع ہے تمام نمازیوں کے لئے اور وتر کی جماعت، تراویح کی جماعت کے تابع ہے کچھ نمازیوں کے لئے (یعنی بعض حضرات نے بھی تراویح باجماعت پڑھ لیں تو دوسروں کو وتر کی جماعت میں شرکت جائز ہے) اور وتر کی جماعت رمضان کے بھی تابع ہے لیکن اس معنی میں کہ غیر رمضان میں یہ جماعت مکروہ ہے، جب یہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت بطور دعوت و اہتمام ہو یعنی چار افراد ایک امام کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے،

www.alahazratnetwork.org

[1] جامع الرموز باب الوتر والنوافل مطبوعہ گنبد ایران تہران ۱/۲۱۶

[2] درمختار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

حتی جاز اقتداء ثلثۃ بامام بلاکراھۃ فی الاصح[1] کما فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح للعلامۃ الشرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علی العلماء جمیعا اتقن ھذا فلعلک لاتجد ھذا التحریر فی غیر ھذا التقریر وماتوفیقی الا باللہ العلیم الخبیر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

جیسا کہ درمختار میں دُرر سے منقول ہے، حتی کہ اگر تین آدمی وتر کی جماعت میں ایک امام کی اقتداء کریں تو یہ اصح قول کے مطابق بلاکراہت جائز ہے، جیسا کہ علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ نورالایضاح علامہ شرنبلالی کی کتاب ہے۔ اللہ تعالٰی تمام علماء پر رحمت فرمائے۔ اس تحریر کو مضبوط کر، ہوسکتا ہے کہ تجھے دوسری جگہ یہ مفصل بحث نہ ملے وماتوفیقی الا باللہ العلیم الخبیر واللہ تعالٰی سبحنہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۱۱: دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولٰی بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

www.alahazratnetwork.org

صورتِ اولٰی میں مذہبِ اصح پر نماز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے،

فی ردالمحتار لوتطوع بثلاث بقعدۃ واحدۃ کان ینبغی الجواز اعتبارا بصلوۃ المغرب، لکن الاصح عدمہ لانہ قد فسد مااتصلت بہ القعدۃ وھوالرکعۃ الاخیرۃ، لان التنفل بالرکعۃ الواحدۃ غیرمشروع فیفسد ماقبلھا[2]۔

ردالمحتار میں ہے کہ اگر کسی نے تین نفل ایک قعدہ کے ساتھ پڑھے مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہونا چاہئے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نفل جائز نہیں کیونکہ اس کی آخری رکعت جس کے بعد قعدہ کیا ہے وہ فاسد ہے کیونکہ وہ دو پر زائد ایک رکعت نفل رہ گئی جبکہ ایک رکعت نفل جائز نہیں لہذا اس آخری رکعت کے فساد سے پہلی دو رکعت بھی فاسد ہوجائیں گی۔ (ت)

اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولٰی نہ کیا تو مذہبِ مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۱

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲

کما صرح بہ فی رد المحتار عن النھر الفائق عن الزاھدی (جیسا کہ ردالمحتار میں نہر الفائق سے اس نے زاہدی سے وضاحت کردی گئی ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کئے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہوگئیں۔

ولا کراھۃ ایضا کما یفیدہ التعلیل المذکور فی رد المحتار نعم الا فضل مثنی مثنی کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

چار رکعت نفل دو قعدوں اور ایک سلام سے جائز ہیں اور کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ ردالمحتار کی بیان کردہ علت سے حاصل ہے تاہم نفل دو دو پڑھنا افضل ہے جیسا کہ واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱۲ از جوالاپور ضلع سہارنپور مرسلہ سید یاد علی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں،

ولو فی مسجد محلۃ حیث لم یکرر والاذان وعدلوا عن المحراب کما ھو معلوم مشاھد۔

اگرچہ محلہ کی مسجد ہی میں جبکہ دو بارہ اذان نہ دیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کرائیں جیسا کہ معلوم و معروف ہے۔ (ت)

طحطاویہ میں ہے:

اذا کررت بغیر اذان فلا کراھۃ مطلقا وعلیہ المسلمون[1]۔

جب تو جماعت کا تکرار اذان کے بغیر کرے تو کوئی کراہت نہیں ہے، مسلمانوں کا یہی عمل ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الھیئۃ الاولی لایکرہ والایکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ کذا فی فتاوی البزازیۃ[2]۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی طرز پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے، یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر کرنے سے پہلی جماعت کی طرز بدل جاتی ہے۔ فتاوٰی بزازیہ میں ایسے ہی ہے (ت)

مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دُور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط و تلبیس سے امن رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۰

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام المسجد سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۵